4

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

24 تا 30 جنوری 2012ء / 29 صفر المظفر تا 6 ربیع الاوّل 1433ھ

اس شمارے میں

سیکولر میڈیا کی اسلام دشمنی

شہرت کے طالبو! اجنبی ہو جاؤ

نمازِ باجماعت
تاکیداً اہمیت اور فضیلت

دین میں جبر نہیں۔ مگر کن لوگوں پر؟

2012ء میں کیا ہوگا؟

جُزوی تبدیلی یا مکمل انقلاب!

اردو بنام باشعور اہلِ وطن

آدھی جنگ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

ایمان کے معنی

’’ایمان کا لفظ مادہ ’’امن‘‘ سے نکلا ہے۔ امن کے اصلی معنی نفس کے مطمئن اور بے خوف ہو جانے کے ہیں۔ اسی سے امانت ہے جو ضد ہے خیانت کی، یعنی امانت وہ ہے جس میں خیانت کا خوف نہ ہو۔ امین کو امین اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی نیک معاملگی پر دل ٹُھک جاتا ہے، وثوق ہوتا ہے کہ وہ بد معاملگی نہ کرے گا۔ جو اونٹنی غریب اور مطیع ہوتی ہے اس کو اَمُوْن کہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے سرکشی اور شرارت کا خوف نہیں ہوتا۔ اسی مادے کا باب افعال ’’ایمان‘‘ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نفس میں کوئی بات بر بنائے تصدیق و یقین اس طرح جمالی جائے کہ اب اس کے خلاف کسی بات کے راہ پانے اور داخل ہو جانے کا خوف ہی باقی نہ رہے۔ ایمان کا کمزور ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ نفس اس بات پر پوری طرح مطمئن نہیں ہوا، قلب کو پوری طرح سکون نہیں ہوا، اس کے خلاف باتوں کو بھی ذہن میں داخل ہو جانے کا موقع گیا۔ اسی سے سیرت کمزور ہوئی اور اس نے عملی زندگی میں بے نظمی پیدا کر دی۔ ایمان کا قوی اور مضبوط ہونا اس کا عکس ہے۔ مضبوط ایمان کے معنی یہ ہیں کہ سیرت بالکل ٹھوس اور یقینی بنیادوں پر قائم ہو گئی، اب اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ اعمال ٹھیک ٹھیک اس تخیل اور اس مفکورہ کے مطابق و مناسب صادر ہوں گے جو دل میں جم گیا ہے اور جس سے سیرت کا سانچہ تیار ہوا ہے۔‘‘

اسلامی تہذیب اور اُس کے اصول و مبادی

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سورۃ ہود

(آیات 18 تا 24)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى
رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا
يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ
فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے؟ ایسے لوگ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا۔ سن رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے، جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہ آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر اللہ کو) ہرا نہیں سکتے اور نہ اللہ کے سوا کوئی ان کا حمایتی ہے۔ (اے پیغمبر) ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا، کیونکہ یہ (شدتِ کفر سے تمہاری بات) نہیں سن سکتے تھے اور نہ (تم کو) دیکھ سکتے تھے۔ یہی ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا اور جو کچھ یہ افتراء کیا کرتے تھے ان سے جاتا رہا۔ بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی، یہی صاحب جنت ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ دونوں فرقوں (یعنی کافر و مومن) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا بہرا ہو اور ایک دیکھتا سنتا۔ بھلا دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے؟ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟''

ظالم وہ شخص ہے جو کسی چیز کو اُس کے اصل محل سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دے۔ یہاں فرمایا کہ سب سے بڑھ کر ظالم وہ شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کوئی نہیں لاسکتا کہ آدمی اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دے۔ جو لوگ اتنے بڑے ظلم کا ارتکاب کریں گے وہ جب اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو گواہی دینے والے کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔ غلامی احمد قادیانی کو کھڑا کیا جائے گا کہ اس نے اپنی جھوٹی باتیں اللہ کی طرف منسوب کی تھیں۔ وقس علیٰ ہذا جس نے بھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، گواہی دینے والے اُس پر گواہی دیں گے کہ اُس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور تہمت باندھی کہ اُس نے میری طرف وحی بھیجی ہے۔ آیت کے آخر میں صاف بتا دیا کہ ایسے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اِن لوگوں کا گھناؤنا کردار کیا ہے، اس بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجیاں ڈھونڈتے ہیں، تاکہ دوسرے لوگ اس راستے کو اختیار نہ کریں۔ اور یہ آخرت کے تو بالکل انکاری ہیں۔ انکارِ آخرت کی اس بیماری ہی کی وجہ سے ان کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت کی انہیں کوئی فکر ہی نہیں۔ سورۃ یونس میں ہم نے بار بار پڑھا ﴿لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا﴾ یعنی جو لوگ اتنے بڑے ظلم کا ارتکاب کریں گے وہ جب ہم سے ملاقات کے امیدوار ہی نہیں اور یہی چیز غفلت کی اصل جڑ اور بنیاد ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو زمین میں (حق کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو شکست نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہی ان کے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار ہیں۔ وہ نہ تو سننے کی صلاحیت رکھتے تھے اور نہ دیکھتے تھے۔ بلکہ انہوں نے اندھے بہرے ہو کر زندگی گزاری۔ اس لیے اُن کے لیے عذاب بڑھایا جاتا رہے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا اور اُن سے وہ سب کچھ گم ہو کر رہ گیا جو وہ اختراع کرتے تھے۔ اُن کے من گھڑت خیالات، معبود اور شفعاء اور چھڑانے والے کہاں گم ہو گئے۔ تو اب اس میں کیا شک ہے کہ آخرت میں سب سے بڑھ کر خسارہ پانے والوں میں وہی ہوں گے۔

اس کے برعکس اصحاب ایمان جنہوں نے نیک عمل کیے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے رہے، تضرع اختیار کرتے رہے اُن کی جزا انہیں جنت کی صورت میں ملے گی۔ یہ اصحابِ جنت ہیں اور جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

ان دو گروہوں (ایک صاحب ایمان اور دوسرا کافر مشرک) کی مثال ایسے ہے، جیسے ایک اندھا اور بہرہ اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ تو کیا یہ دونوں مثال کے اعتبار سے برابر ہیں۔ ظاہر ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا فرمایا کہ کیا وہ نصیحت اخذ نہیں کرتے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 جنوری 2012ء جلد 21
29 صفر المظفر تا 6 ربیع الاوّل 1433ھ شمارہ 4

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا-------------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

سیکولر میڈیا کی اسلام دشمنی

ایک خبر یہ ہے کہ مملکت خداداد اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی تین بیٹیاں ایک میوزک کنسرٹ کے اختتام پر مرد گویتے سے آٹو گراف لینے کی خواہش میں پاؤں تلے روندی گئی اور جان کی بازی ہار گئیں۔ یہ میوزک کنسرٹ لاہور کے ایک نجی کالج کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا تھا۔ غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق راہِ سنگیت میں ''شہادت'' پانے والی طالبات کی تعداد آٹھ ہے اور کچھ لاپتہ بھی ہیں، کچھ معلوم نہیں حوّا کی اِن نافرمان بیٹیوں کو زمین نگل گئی یا آسمان نے اُچک لیا۔ بہر حال یہ واقعہ اُس ملک میں پیش آیا ہے کلمہ طیبہ جس کی بنیاد ہے، اور یہ کلمہ آج اِس سب کچھ کے باوجود بھی قومی اسمبلی یعنی حکمرانوں کی بیٹھک یا ڈیرے کے ماتھے پر کنداں ہے اور دُور سے نظر آتا ہے۔ یہ ہولناک واقعہ اُس ریاست میں پیش آیا ہے جس کے آئین میں درج ہے کہ کوئی قانون قرآن اور سنت کے خلاف نہیں بنایا جاسکتا۔ جی ہاں اُسی آئین میں جس میں قرارداد مقاصد نے پناہ لے رکھی ہے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ امریکی فوجیوں کی ایک وڈیو منظر عام پر آئی ہے جس میں وہ تین طالبان کی لاشوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اِن دونوں خبروں نے پرنٹ میڈیا میں خصوصاً اردو اخبارات میں تو جگہ پائی لیکن الیکٹرانک میڈیا نے دونوں خبروں کا مکمل طور پر بائیکاٹ کیا۔ فرض کیجئے کہ خدانخواستہ اِن تین بچیوں کی ہلاکت کا بالواسطہ تعلق بھی کسی مذہبی تنظیم سے نکل آتا یا محض شبہ ہی ہو جاتا تو انتہاپسندی اور دہشت گردی کے عنوان سے ٹی وی چینلز پر کتنے ٹاک شوز سجتے، آہ وبکا ہوتی ثقافت اور فنِ گائیگی کو خراج تحسین پیش کیا جاتا۔ اس راہ میں شہادت پانے والوں کے درجات بیان ہوتے۔ پھر یہ کہ اُن کے والدین کے انٹرویوز نشر کر کے گھر بیٹھے لوگوں کو رُلایا جاتا اور ٹی وی اینکرز مذہبی جنونیوں کو طعنے دے دے کر ہلکان ہو رہے ہوتے۔ قارئین کرام! ذرا سوچیں اتنی بڑی خبر پر الیکٹرانک میڈیا نے اجتماعی طور پر چپ کیوں سادھ لی؟ قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں گُنگ کیوں ہوگئیں؟ میڈیا کو سانپ کیوں سونگھ گیا؟ کسی طرف سے ایک لفظ نہ بولا گیا۔ بھولے بھالے قارئین! بات بڑی سیدھی سی ہے میوزک کے تقدس پر حرف آجاتا، آزادیٔ نسواں پر سوال اُٹھ جاتا، مغربی تہذیب کی شان میں گستاخی ہوسکتی تھی، نوجوانوں کی بے راہروی کا معاشرے کے لیے ہلاکت خیز ہونے کی بات ہوسکتی تھی، وغیرہ وغیرہ۔ انسانی جان یقیناً مقدس اور محترم ہے۔ وہ کسی باریش آدمی کے ہاتھوں ناجائز طور پر ضائع ہو یا راگ رنگ کی محفل سجانے والوں سے، یقیناً قابل مذمت ہے۔ لیکن یہ دورخی کیسی!

اب آیئے، دوسری خبر کی طرف جس کے مطابق امریکی فوجیوں کی غیر انسانی حرکت یا صحیح تر الفاظ میں درندگی کو ایک دنیا نے دیکھا لیکن ہمارے الیکٹرانک میڈیا نے اُس پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے عوام کی یادداشت بڑی کمزور ہے، لیکن یہ زیادہ پرانی بات نہیں جب ایک وڈیو دکھائی گئی کہ طالبان نے ایک خاتون کو زنا کے الزام میں سرعام کوڑے مارے، اِس پر میڈیا نے وہ طوفان اٹھایا کہ الامان والحفیظ۔ اُن دنوں یوں محسوس ہوتا تھا کہ پاکستان میں شاید پہلی بار کسی خاتون پر تشدد ہوا ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ واقعتاً اگر کسی مرد یا عورت سے زنا کا ارتکاب ہو جائے تو کس شریعت میں ہے کہ اُسے کوڑے نہ مارے جائیں۔ لیکن ایک بات ثابت ہوگئی کہ یہ فلم جعلی تھی۔ ہم صحافتی بددیانتی کا ذکر کر رہے ہیں۔ اُس وڈیو کی جعلسازی تو بڑی عیاں تھی۔ وہ علاقہ جہاں بتایا گیا کہ جرم وقوع پذیر ہوا ہے اور کوڑا زنی ہو رہی تھی انتہائی سرد علاقہ ہے، لیکن کوڑے مارنے والا اور اردگرد کے لوگ محض قمیض پہنے ہوئے تھے۔ کوڑے کھانے والی لڑکی ضرب کھانے کے باوجود جنبش نہیں کرتی تھی۔ اور جب کوڑے مارنے والا سین ختم ہو گیا تو وہ لڑکی یوں اٹھ کر گئی جیسے اُسے قطعی طور پر کوئی ضرب لگی ہی نہیں۔ پھر یہ الہام کیسے ہوا کہ مارنے والا طالب تھا یا طالبان کے حکم پر یہ سزا دی گئی تھی؟ لیکن طالبان کو انسانیت دشمن اور درندے ثابت کرنے کے لئے دن رات میڈیا نے ''جہاد'' کیا۔ سوال یہ ہے کہ میڈیا امریکی فوجیوں کی کرتوتوں پر پردہ کیوں ڈالتا

ہے؟ کیا میڈیا کو امریکہ سے محبت ہوگئی ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سیکولر میڈیا کا ہر وہ شخص، ادارہ، ملک اور قوم دوست ہے جو اسلام دشمنی میں بڑھ چڑھ کر اقدام کرے۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تھا تو ہمارے یہ ہونہار دانشور اُس وقت کمیونزم اور روسیوں کے صدقے واری جارہے تھے اور امریکہ کو گالیوں سے نوازتے تھے۔ تب روس مسلمانوں کو مارنے اور اسلام دشمنی میں سرفہرست تھا لہٰذا ہمارے سیکولر دانشوروں کو بڑا عزیز تھا۔ آج امریکہ یہ کام کررہا ہے تو وہ انہیں بہت محبوب ہے۔

ہم بچیوں کے ورثاء سے معذرت کرتے ہیں کہ ہم نے سطور بالا میں فوت شدگان کے حوالہ سے بعض سخت باتیں کی ہیں، لیکن اُنہیں خصوصاً اُن کے والدین کو خدا کا خوف ہونا چاہیے کہ وہ رات گئے جوان بچیوں کو ایک غیر شرعی محفل میں کیوں بھیجتے ہیں۔ طاؤس ورباب والی موسیقی روح کی غذا نہیں، روح کی افیون ہوتی ہے۔ یہ روح کے لیے زہر قاتل ہے۔ حتیٰ کہ انسان کا جسم اُس کی روح کا چلتا پھرتا مزار بن جاتا ہے اور یہ انسان کو جنسی درندہ بنا دیتی ہے۔ بہرحال بچیاں چونکہ کلمہ گو مسلمان تھیں اور اب وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ہم اللہ ربّ العزت کے حضور دست بدعا ہیں کہ اُن کی خطائیں اور لغزشیں معاف فرمادے، تُو بڑا رحیم و کریم اور بڑے سے بڑے گناہ بھی معاف کردینے والا ہے۔

رہا سوال میڈیا کی پروفیشنل بددیانتی کا تو ہم اُن کے لیے بھی دعا گو ہیں کہ اللہ اُنہیں ہدایت دے اور وہ اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں کی بجائے اُن کے دوستوں کے اتحادی بنیں۔ بہرحال یوں معلوم ہوتا ہے کہ اِن تلوں میں تیل نہیں، شاید اِن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور یہ لَوٹنے والے نہیں، لہٰذا ہم مسلمانانِ پاکستان سے خصوصاً دینی و مذہبی جماعتوں کی قیادت اور کارکنوں سے التماس کرتے ہیں کہ وہ فرقہ و مسلک پرستی سے بالاتر ہو کر اور کرسی کی سیاست پر تین حرف بھیج کر پاکستان میں اسلام کے نفاذ کی جدوجہد میں جُت جائیں۔ اگرچہ بدنی اور مالی عبادات، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ارکانِ اسلام ہیں، اِن کے بغیر مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اِن کی ادائیگی پورے ذوق و شوق سے کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، لیکن زندگی کے اجتماعی گوشوں سے لاتعلق ہو جانا یعنی ایک صالح معاشرے کے قیام اور ریاست میں شریعت محمدی کے عملی نفاذ کے لیے جدوجہد نہ کرنا گویا ایک اہم دینی فریضہ سے اغماض برتنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری پڑی ہیں، حج اور عمرہ کے لیے قطاریں لگی ہوئی ہیں لیکن اندرون ملک معاشرہ انتہائی بددیانت، بدعنوان اور بدچلن ہو چکا ہے اور بیرونِ ملک ہماری کوئی عزت اور توقیر نہیں۔ ہم اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کے محتاج ہیں۔ لہٰذا اُن کی غلامی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ایک حقیقی سجدے سے گریز نے ہمیں ہزاروں اور لاکھوں سجدوں پر مجبور کیا ہوا ہے۔ امریکہ، اسرائیل اور بھارت جیسا بیرونی دشمن ہو یا راگ و رنگ کی محفلیں جمانے والے اندرونی دشمن اور اُن کی سرپرستی کرنے والا سیکولر میڈیا، ہمیں اُن کے خلاف مردِ میدان بن کر جہاد کرنا ہوگا۔ اسلامی جماعتوں کے کارکنوں کو خاص طور پر میڈیا کو ہدف بنانا ہوگا۔ سیکولر میڈیا کھل کر اسلام پر حملہ آور ہے۔ اِس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہنگامی و فوری اور مستقل و دیرپا دونوں قسم کے اقدام کرنے ہوں گے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے اُن کے قدموں کو روکا جائے۔ ہنگامی اور فوری قدم کے طور پر میڈیا سے رابطہ کیا جائے۔ اُن تک اپنی بات پہنچانے کی کوشش کی جائے اور مستقل و دیرپا حل یہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان میں اللہ اور رسول کا نظام نافذ کرنے کے لیے سر پر کفن باندھ لیں۔ وگرنہ مسجدوں کی رونق بڑھنے کے باوجود بدعنوانی، بددیانتی اور ذلت و رسوائی بڑھتی چلی جائے گی۔

بیابہ مجلس اسرار

شہرت کے طالبو، اجنبی ہو جاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسلام کی ابتدا غربت (اجنبیت) کی حالت میں ہوئی تھی اور یہ اسی حالت میں پھر لوٹ جائے گا۔ تو بشارت ہے ''غرباء'' کے لیے۔'' (صحیح مسلم)

اردو میں غریب کے معنی مفلس و نادار کے ہوتے ہیں' لیکن عربی میں یہ لفظ ''اجنبی'' کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اسلام کا آغاز اجنبیت سے ہوا۔ جیسے ایک اجنبی مسافر اپنے اہل و عیال اور اپنے وطن سے دور رہ کر تنہائی میں زندگی بسر کرتا ہے' اسی طرح اسلام بھی ابتدا میں اجنبی اور تنہا تھا' یعنی مسلمان بہت کم تھے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ پھر غریب یعنی اجنبی ہو جائے گا۔ کفار' ملحدین اور مبتدعین کی کثرت ہوگی' اگرچہ نام کے مسلمان کثیر التعداد ہوں گے لیکن سچے' موحد' دین دار اور متقی افراد کم سے کم ہوتے چلے جائیں گے۔ تو اِن قلیل 'غرباء'' کے لیے (بہشت کی) بشارت اور مبارک باد ہے۔ مسند احمدؒ کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے ''غرباء'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''برے لوگوں کی کثیر تعداد میں وہ نیک لوگ (غرباء) ہیں کہ جن کی بات ماننے والے کم ہوں اور نافرمانی کرنے والے زیادہ ہوں''۔

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے خبر دی کہ: ''اسلام میں سے اس کے نام کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اور قرآن میں سے اس کے حروف کے سوا کچھ نہ بچے گا۔'' (مشکوٰۃ)

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین پر اسلام کہیں فی الواقع قائم نظر نہیں آئے گا۔ انسانوں کے کردار اور ان کی شخصیتوں میں اسلام کو فی الواقع کارفرما دیکھنے کے لیے نگاہیں ترسیں گی۔ قرآن محض ایک مقدس کتاب کی حیثیت سے ریشمی جزدانوں میں لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا اور اس نورِ ہدایت سے رہنمائی کی طلب مفقود ہو جائے گی۔ اس کی تلاوت صرف رسماً اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ حصولِ ثواب یا ایصالِ ثواب کے لیے باقی رہ جائے گی۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صورتِ حال عملاً پیدا ہو چکی ہے جس کی خبر اِن احادیثِ مبارکہ میں دی گئی ہے۔ اس صورت حال میں ہم میں سے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنا جائزہ لے کر فیصلہ کرے کہ اگر اسے حضور ﷺ سے محبت ہے' اگر اسے حضور ﷺ سے کوئی مخلصانہ تعلق ہے' اگر وہ سمجھتا ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ اس کا رشتہ صحیح بنیادوں پر قائم ہے تو کیا اس کا مقصودِ حیات اور نصب العین بھی وہی ہے یا نہیں جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا مقصدِ بعثت تھا؟ یعنی اعلاءِ کلمۃ اللہ' اظہارُ دینِ الحقِّ علی الدّین کُلّہٖ اور تکبیر ربّ! اگر ہم میں سے کسی کے مقاصدِ زندگی میں اللہ کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کی سعی و جہد کرنے اور نورِ توحید سے پورے کرۂ ارضی کو منور کرنے کا عزم شامل نہیں' اور اگر وہ آنحضور ﷺ کے مشن کی تکمیل میں آپ ﷺ کا دست و بازو اور آپؐ کا ساتھی نہیں بن رہا تو اس کا آنحضور ﷺ سے تعلق درست نہیں' جس کی اسے فکر کرنی چاہیے۔

نماز با جماعت......تاکید، اہمیت اور فضیلت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

مسلمان مرد و عورت پر پنجگانہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿۱۰۳﴾﴾ (النساء) ''بے شک نماز پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے''۔ مسلمان مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ''اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ''۔ یعنی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ مسجدیں اسی مقصد کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں کہ اہل محلہ مسلمان جوان اور بوڑھے سب نماز کے وقت قریبی مسجد میں اکٹھے ہوں اور مل کر پورے نظم کے ساتھ ایک امام کی اقتدا میں نماز ادا کریں۔ عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ ان کے لیے پردہ کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ عہد رسالت میں عورتیں ضرور تا مسجد میں آکر بھی نماز پڑھ لیتی تھیں، مگر بعد میں حالات کی تبدیلی اور بعض دوسرے ناگزیر مصالح کی بنا پر ان کا مسجد میں پابندی کے ساتھ آنا مناسب نہ سمجھا گیا البتہ اُن پر پابندی نہیں لگائی گئی بلکہ گھر پر نماز پڑھنے کی ترغیب و تشویق دلائی گئی۔ حضرت اُمّ حمید ساعدیہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند ہے تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز ادا کرنا پسند کرتی ہو لیکن اپنے گھر کے اندرونی حصے میں تمہاری نماز حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہاری حجرے میں نماز صحن میں نماز سے افضل ہے اور تمہاری صحن میں نماز اپنی قوم کی مسجد میں نماز سے افضل ہے اور اپنی قوم کی مسجد میں تمہاری نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز سے افضل ہے''۔

(مسند احمد)

آپ نے دیکھا کہ عورت جوں جوں زیادہ سے زیادہ پردے میں نماز ادا کرے گی اُس کا ثواب بڑھتا جائے گا۔ ہاں اگر ضرورتاً کوئی خاتون شرعی آداب کی پابندی کرتے ہوئے مسجد میں جانا چاہے تو اسے بھی اجازت ہے، مگر مسلمان مردوں کے لیے تو ضروری ہے کہ پانچوں نمازیں وقت کی پابندی کے ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ البتہ سنن اور نوافل کا گھروں میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے کی نسبت افضل اور بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم اپنی نمازوں کو گھروں میں پڑھا کرو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ''۔ (متفق علیہ)

یہ حدیث سنن اور نوافل کی ادائیگی کے لیے ہے، کیونکہ فرض نمازوں کے بارے میں تو حکم ہے کہ وہ باجماعت مسجد میں ادا کی جائیں۔ فرض نمازیں تو بہرحال مسجد میں ہی ادا کرنے کا حکم ہے، البتہ انتہائی مجبوری، بیماری، معذوری یا شرعی عذر کی صورت میں گھر میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ تاہم اس ضمن میں یہ بات پیش نظر رہے کہ ایک نابینا صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی تھی کہ وہ گھر میں نماز پڑھ لیں، مگر آپ ؐ نے اُن کو بھی مسجد میں آکر نماز ادا کرنے کی تلقین کی اور گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کہتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مدینہ میں بہت سے موذی جانور اور درندے ہیں اور میں نابینا ہوں۔ کیا آپ ؐ مجھ کو معذور سمجھ کر گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو حاضر ہوا کرو''۔ اور اجازت نہ دی۔

(ابوداؤد، نسائی)

مؤمن جب فرض نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اُسی وقت اُس کے لیے اجر و ثواب شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک صحابی ؓ نے رہائش تبدیل کر کے مسجد کے قریب آنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے پسند نہ فرمایا، کیونکہ مسجد کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے ہر قدم پر ثواب کی بشارت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جماعت والی مسجد میں جائے تو اس کا ایک قدم ایک گناہ مٹاتا ہے اور دوسرے قدم کی وجہ سے نیکی لکھی جاتی ہے، جاتے ہوئے بھی اور واپس آتے ہوئے بھی''۔ (مسند احمد)

اذان کی آواز سن کر جب بندہ وضو کر کے مسجد کی طرف چل پڑتا ہے اور وہاں پہنچ کر نماز کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ مسجد میں آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور بے شک میزبان کے ذمے مہمان کی تکریم کرنا لازم ہے''۔ (طبرانی)

جب اللہ تعالیٰ خود میزبان ہو تو اس کی میزبانی کیسی ہو گی؟ انسانی ذہن تو اس کے تصور سے بھی عاجز ہے۔

نماز باجماعت کی اہمیت پر جس قدر بھی زور دیا جائے کم ہے۔ کیونکہ اوّل تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے اور آپ ؐ خود بھی اور آپ ؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی نماز باجماعت کی پابندی کرتے تھے۔ عہدِ رسالت اور دورِ صحابہ ؓ میں کسی مسلمان کے نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

''ہم نے اپنے آپ کو (یعنی مسلمانوں کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا جس کی منافقت ڈھکی چھپی نہیں ہوتی تھی، بلکہ عام طور سے لوگوں کو اس کی منافقت کا علم ہوتا تھا۔ یا کوئی بے چارہ مریض ہوتا تھا (جو بیماری کی مجبوری سے مسجد تک نہیں آسکتا تھا) اور بعض مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے''۔——

(اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے) فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ”سننِ ہدیٰ“ کی تعلیم دی ہے (یعنی دین و شریعت کی ایسی باتیں بتلائی ہیں جن سے ہماری ہدایت و سعادت وابستہ ہے) اور انہی ”سننِ ہدیٰ“ میں سے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو، جماعت سے نماز ادا کرنا بھی ہے“—— اور ایک دوسری روایت میں (حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کا یہ ارشاد اس طرح نقل کیا گیا) ہے کہ ”اے مسلمانو! اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کے لیے ”سنن ہدیٰ“ مقرر فرمائی ہیں اور یہ پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں ادا کرنا انہی ”سنن ہدیٰ“ میں سے ہے، اور اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگو گے، جیسا کہ فلاں آدمی جماعت سے الگ اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے (یہ اُس زمانہ کے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ تھا) تو تم اپنے پیغمبر ﷺ کا طریقہ چھوڑ دو گے، اور جب تم اپنے پیغمبر ﷺ کا طریقہ چھوڑ دو گے تو یقین جانو کہ تم راہِ ہدایت سے ہٹ جاؤ گے اور گمراہی کے غار میں جا گرو گے۔“

(صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے اس پورے بیان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جماعت کی حیثیت ان کے اور عام صحابہؓ کے نزدیک دینی واجبات کی سی ہے اور جماعت میں شرکت کی اشد اہمیت کو نظرانداز کرنا منشاءِ شریعت کے فہم سے نا آشنا ہونا ہے۔ جماعت کی نماز چھوڑنے والے کو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یقیناً میں نے پختہ ارادہ کیا تھا کہ میں اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیوں کا انبار جمع کریں، پھر ان لوگوں کے پاس آؤں جو بلا عذر اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور ان کے گھروں کو ان کے سمیت جلا کر راکھ کر دوں۔“ (ابوداؤد)

بخاری اور مسلم کی ایک حدیث، جس کے راوی حضرت ابوہریرہ ؓ ہیں، میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”منافقوں پر کوئی نماز بھی فجر و عشاء سے زیادہ بھاری نہیں ہے، اور اگر وہ جانتے کہ ان دونوں میں کیا اجر و ثواب ہے اور کیا برکتیں ہیں تو وہ ان نمازوں میں بھی حاضر ہوا کرتے اگرچہ ان کو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا“ (یعنی اگر بالفرض کسی بیماری کی وجہ سے وہ چل کر نہ آ سکتے تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کے آتے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے جی میں آتا ہے کہ (کسی دن) میں مؤذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لیے اقامت کہے، پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ (میری جگہ) وہ لوگوں کی امامت کرے اور خود آگ کے فتیلے ہاتھ میں لوں اور ان لوگوں پر (یعنی ان کے موجود ہوتے ہوئے ان کے گھروں میں) آگ لگا دوں جو اس کے بعد (یعنی اذان سننے کے بعد) بھی نماز میں شرکت کرنے کے لیے گھروں سے نہیں نکلتے۔“

ایسا لگتا ہے کہ انتہائی رحیم و کریم ہستی ﷺ کو مؤمن کا نماز کی جماعت سے غیر حاضر ہونا انتہائی ناپسند تھا، بلکہ آپؐ اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرماتے تھے۔ بعض ائمہ سلف، جن میں امام احمد بن حنبلؒ بھی شامل ہیں، کا موقف ہے کہ غیر معذور شخص کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے۔ گویا جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی فرض ہے اور جماعت کا تارک ایک فرضِ عین کا تارک ہے۔ لیکن علمائے احناف کی تحقیق قرآن و سنت کی روشنی میں یہ ہے کہ جماعت کا درجہ واجب کا ہے اور اس کا تارک گناہگار ہے، اور اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی درج بالا وعیدیں تہدید اور دھمکی کا درجہ رکھتی ہیں تاکہ مؤمن نماز باجماعت کی اہمیت سے واقف رہیں اور کبھی جان بوجھ کر جماعت ترک نہ کریں۔

باجماعت نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اگر دو آدمی ہوں تو انہیں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اگر تین آدمی ہوں تو ان کو تو بہرحال جماعت سے ہی نماز پڑھنا چاہیے، کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو شیطان ان کو آسانی سے شکار کر سکے گا۔ حضرت ابودرداء ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کسی بستی یا بادیہ میں تین آدمی ہوں اور وہ نماز باجماعت نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان یقیناً قابو پا لے گا، لہٰذا تم جماعت کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ بھیڑیا اُس بھیڑ کو اپنا لقمہ بناتا ہے جو گلہ سے الگ تھلگ رہتی ہے۔“

(مسند احمد، سنن ابی داؤد)

بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے“۔ (صحیحین) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اکیلے نماز پڑھنے والا بھی ثواب سے محروم نہیں رہتا، مگر یقیناً یہ بہت بڑا خسارہ ہے کہ ستائیس کی بجائے ایک درجہ کا ثواب کافی سمجھے، جبکہ دُنیوی معاملات میں معمولی نقصان سے بچنے کے لیے انسان کتنی تگ و دو کرتا ہے اور یہاں تو فائدہ بھی حقیقی ہے اور وہ بھی ستائیس گنا۔

آدمی کی سب سے اچھی نماز وہ ہے کہ جس کے انتظار میں وہ رہے۔ وقت سے کچھ پہلے مسجد میں پہنچ جائے، سکون کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا رہے، جماعت کھڑی ہو تو ساتھ شامل ہو کر تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام تک اطمینان کے ساتھ نماز پڑھے۔ نماز کے بعد کچھ وقت مسنون وظائف میں مصروف رہے۔ صحابہ کرام ؓ کے حالات پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تکبیر اولیٰ فوت ہو جانے پر پریشان ہو جاتے تھے۔ وجہ ظاہر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر اس طرح کے حقیقی نقصان کو خوب سمجھتے تھے۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص چالیس دن تک ہر نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اس طرح کہ اس کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اس کے لیے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں، ایک آتش دوزخ سے براءت اور دوسری نفاق سے براءت۔“

(جامع ترمذی)

گویا چالیس دن کی یہ پابندی کردار و عمل میں جلا پیدا کرے گی۔ نماز باجماعت کے ساتھ شغف پیدا ہوگا اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت محبوب اور مقبول ہے اور اس کے نتیجے میں بندے کا دل نفاق سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے کہ وہ دوزخ کی آنچ سے بھی کبھی آشنا نہ ہوگا۔ جو شخص اس فضیلت کے حصول کا پختہ ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے آسانی پیدا فرما دے گا اور اسے اس عملِ خیر پر ہمیشہ کاربند رہنے کی توفیق حاصل ہو جائے گی۔

آج ہم جس مسلمان معاشرے میں رہ رہے ہیں وہاں ایک کثیر تعداد ایسے مسلمانوں کی ہے جو نماز نہیں پڑھتے اور اس بات سے غافل ہیں کہ جس عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دن میں پانچ مرتبہ اونچی آواز میں بلاوا آ رہا ہے، جس میں حکم دیا جا رہا ہے کہ نماز کی طرف آؤ، فلاح کی طرف آؤ، یہ لوگ اس بلاوے کو ہر روز پانچ دفعہ سنتے ہیں مگر نماز کے لیے مسجد کا رخ نہیں کرتے۔ کچھ دوسرے لوگ ایسے ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر التزامِ جماعت کا اہتمام نہیں کرتے۔ نماز کو تو وہ ضروری سمجھتے ہیں مگر جماعت کی اہمیت ان پر واضح نہیں،

حالانکہ اسلامی معاشرے میں مسجد کا وجود ہی اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے ہے۔ مسجدوں کا بنانا اور ان کو آباد کرنا اہل ایمان کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ﴿۱۸﴾﴾ (التوبۃ)

''اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ امید ہے کہ یہی ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔''

دیکھئے اگر مسلمان ہی مسجد سے لاتعلق رہیں تو پھر کون مسجدوں کو آباد کرے گا؟ مسلمانوں کے علاوہ تو کوئی مسجد کی آبادی اور رونق میں دلچسپی نہیں لے گا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿مَا کَانَ لِلۡمُشۡرِکِیۡنَ اَنۡ یَّعۡمُرُوۡا مَسٰجِدَ اللّٰہِ شٰہِدِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ بِالۡکُفۡرِ ؕ﴾ (التوبۃ:17)

''مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں درانحالیکہ وہ خود اپنے کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔''

مسجدیں اللہ کے گھر ہیں' ان کی تعمیر اور آبادی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ نماز نہ پڑھنے والوں کے لیے تو یہ قرآنی وعید کافی ہے۔ سورۃ الروم میں فرمایا:

﴿وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۳۱﴾﴾

''اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

گویا نماز نہ پڑھنا مشرکانہ فعل ہے۔ اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے۔'' (صحیح مسلم)

ایک روایت میں نماز باجماعت کی حفاظت کرنے کو باعث فضیلت اور نہ کرنے کو باعث ہزیمت بتایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اس (نماز باجماعت) کی حفاظت کی تو یہ نماز اس کے لیے روزِ قیامت نور' دلیل اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہیں کی یہ اس کے لیے نور' دلیل اور نجات نہیں ہوگی اور ایسا شخص قیامت کے دن قارون' فرعون' ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (مسند احمد)

المختصر اہل ایمان کو نماز ادا کرنے کی حد درجہ تاکید ہے۔ بے نمازیوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وعیدیں سن کر کسی مسلمان کے لیے بے نماز رہنے کی کسی صورت بھی کوئی گنجائش نہیں' بلکہ ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ پنجگانہ نماز کی پابندی کرے اور اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ہر نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ یہ کوشش مسجدوں کی آبادی' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور بے بہا اجر کا باعث ہے اور اس سے بے اعتنائی کافرانہ اور مشرکانہ فعل ہے۔

تنظیمی اطلاعات

ذوالفقار علی ناظم اجتماع گاہ اور میجر (ر) محمد انور مقامی تنظیم بہاولپور میں امیر مقرر

مرکز کی ہدایات پر ذوالفقار علی صاحب کو یکم دسمبر 2011ء سے مقامی تنظیم بہاولپور کی امارت سے فارغ کر کے مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور کی نظامت کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے۔ لہٰذا امیر حلقہ پنجاب جنوبی نے فوری طور پر مقامی تنظیم بہاولپور کے لیے میجر (ر) محمد انور کو قائم مقام امیر کی ذمہ داری سپرد کرنے کے بعد مرکز سے باقاعدہ مقامی امیر کے تقرر کی منظوری طلب کی۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس 5 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد میجر (ر) محمد انور کو مقامی تنظیم بہاولپور کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم میرپور میں علی اختر اعوان کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پوٹھوہار نے مقامی تنظیم میرپور میں تقرر امیر کے لیے رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 5 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب علی اختر اعوان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم بی بیوڑ کی تقسیم، نئی تنظیم داروڑہ قیام و تقرر اور شریف بادشاہ کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ مالاکنڈ نے اپنی سفارش کے ساتھ مقامی تنظیم بی بیوڑ کے امیر کی طرف سے مذکورہ تنظیم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے، گندیگار اسرہ کو مقامی تنظیم کا درجہ دینے اور جناب شریف بادشاہ کو مجوزہ تنظیم کا امیر مقرر کرنے کی تجویز ارسال کی ہے۔ مقامی تنظیم کا نام ''داروڑہ'' تجویز کیا گیا ہے۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 5 جنوری 2012ء میں مشورہ کے بعد امیر حلقہ کی تجویز کے مطابق نئی مقامی تنظیم ''داروڑہ'' کے قیام کی منظوری دی اور جناب شریف بادشاہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا۔

خلافت فورم

☆ کیا امت مسلمہ کا کوئی حقیقی وجود ہے یا یہ لفظ محض ایک خوبصورت اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے؟
☆ مسلمان ممالک کی واحد نمائندہ اجتماعیت OIC کو کیسے متحرک کیا جا سکتا ہے؟
☆ مسلمان ممالک کے عوام میں موجودہ مذہبی لگاؤ اور دینی جذبے کو کیسے منظم کیا جا سکتا ہے؟
☆ عراق اور افغانستان پر امریکی حملے کے وقت چپ سادھ لینے والے ممالک سے پاکستان، ایران، سعودی عرب پر امریکی مہم جوئی پر کسی ردعمل کی کیا توقع ہے؟
☆ وسائل، رقبے اور افرادی قوت کے اعتبار سے مالدار امت مسلمہ آج ذلت و رسوائی کا شکار کیوں ہے؟
☆ پاکستان سے امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی دشمنی کی اصل وجہ پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات ہیں یا اس کا نظریاتی ملک ہونا؟
☆ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں نفاذِ اسلام نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں؟
☆ موجودہ حالات میں دنیا کے کس ملک میں سب سے زیادہ نفاذِ اسلام کے امکانات نظر آتے ہیں؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ
www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھیے

تجزیہ کار : جناب اوریا مقبول جان
جناب ایوب بیگ مرزا

میزبان
وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

دین میں جبر نہیں — مگر کن لوگوں پر؟

محمد سمیع

نہی عن المنکر کی ذمہ داری نبھانے والوں کے خلاف جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ ماضی قریب میں اس کی مثال جامعہ حفصہ کی جانب سے اسلام آباد میں فحاشی کے ایک اڈے اور فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والی ویڈیو شاپس کے خلاف احتجاج پر ہونے والا گمراہ کن پروپیگنڈا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کی جس آیت (البقرہ:256) کا حوالہ دیا جاتا ہے اس میں یہی کہا گیا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ لیکن یہ جبر کن پر نہیں ہے، وہ اس مضمون میں شامل علماء کرام کی اس آیت کی تفسیر کے حوالوں سے سامنے آجائے گا۔ جس پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ بہت آسان ہوگا کہ ایسے افراد اور گروہ اس آیت کو بنیاد بنا کر ان عناصر کا حوصلہ بڑھاتے ہیں جو وطن عزیز میں فحاشی کو فروغ دینے میں مصروف ہیں۔

قرآنی احکامات کے مطابق ایک اسلامی ریاست کے صاحبانِ اقتدار پر فرض ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں اور امر بالمعروف یعنی نیکیوں کا حکم دینے اور نہی عن المنکر یعنی برائیوں کے خاتمہ کا فریضہ انجام دیں۔ آنٹی شمیم کے معاملے میں مدرسہ حفصہ کی انتظامیہ نے اہل محلہ کی شکایت پر بارہا حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس اڈے کے خاتمہ کے لیے اقدامات کیے جائیں لیکن حکومت نے ان کے اس مطالبہ پر کان نہیں دھرا لہٰذا آنٹی شمیم کے خلاف مدرسہ والوں نے مجبوراً اقدام کیا۔

سوال یہ ہے کہ ''دین میں جبر نہیں'' کا کیا یہ مطلب ہے کہ برائی سامنے ہو رہی ہو اور آدمی اُس سے کوئی تعرض نہ کرے۔

دین میں جبر ان لوگوں پر نہیں ہے جو غیر مسلم ہیں اور آزاد مرضی سے اسلام میں داخل نہ ہونا چاہیں۔

مختلف مفسرین کی تفاسیر کے مطالعہ سے یہی بات سامنے آتی ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، تفسیر عثمانی، سورۃ البقرہ (256)

جب دلائل توحید بخوبی بیان فرما دی گئیں جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان بنانے کی کیا حاجت ہوسکتی ہے۔ عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝﴾ (یونس:99) ''تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہوجائیں۔'' خود نص موجود ہے اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اس کا جان ومال محفوظ ہوجائے گا۔

مفتی محمد شفیعؒ۔ معارف القرآن

''اس آیت کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے حالانکہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم اس کے معارض ہے۔

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے، ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان ومال وآبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے، بلکہ دفع فساد کے لیے ہے۔ کیونکہ فساد اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے جس کے درپے کافر رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۝﴾ (المائدہ:64) ''لوگ زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اس اللہ تعالیٰ نے جہاد اور قتال کے ذریعے سے ان لوگوں کے فساد کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس ان لوگوں کا قتل ایسا ہی ہے جیسے سانپ، بچھو اور دیگر موذی جانوروں کا قتل۔

اسلام نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور اپاہج وغیرہ کے قتل کو عین میدان جنگ میں بھی سختی سے روکا ہے کیونکہ وہ فساد پر قادر نہیں ہوتے۔ ایسے ہی ان لوگوں کے بھی قتل کرنے کو روکا ہے جو جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کرکے قانون کے پابند ہوگئے ہوں۔

اسلام کے اس طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ وہ جہاد اور قتال سے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا، بلکہ وہ اس دنیا سے ظلم وستم کو مٹا کر عدل وانصاف اور امن وامان قائم رکھنا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں۔ آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑ دوں؟ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو ایمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ یعنی ''دین میں زبردستی نہیں ہے۔''

دراصل ایمان کے قبول پر جبر واکراہ ممکن بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایمان کا تعلق ظاہری اعضاء سے نہیں ہے بلکہ قلب کے ساتھ ہے اور جبر واکراہ کا تعلق صرف ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے اور جہاد وقتال سے صرف ظاہری اعضاء ہی متاثر ہوسکتے ہیں لہٰذا اس کے ذریعہ سے ایمان کے قبول کرنے پر جبر ممکن ہی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آیات جہاد وقتال آیت لا اکراہ فی الدین کے معارض نہیں ہیں۔'' (مظہری۔ قرطبی)

حافظ صلاح الدین یوسف۔ تفسیر احسن البیان

''اس کی شان نزول میں بتایا گیا ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی یا عیسائی ہوگئے تھے۔ پھر جب یہ انصار مسلمان ہوگئے تو انہوں نے اپنی نوجوان اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی بن چکے تھے، زبردستی مسلمان بنانا چاہا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ شان نزول کے اس اعتبار سے بعض مفسرین نے اہل کتاب کے لیے خاص مانا ہے یعنی مسلمان مملکت میں رہنے والے اہل کتاب اگر وہ جزیہ ادا کرتے ہوں تو انہیں قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے یعنی

کسی پر بھی قبول اسلام کے لیے جبر نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔''

سید قطب شہیدؒ۔فی ظلال القرآن

''اسلام زندگی او رموجودات کا ایک بہترین تصور اور وہ بلاشک وشبہ ایک بہترین اور مستحکم نظام زندگی ہے۔ یہ اسلام ہی ہے جو بہانگ دہل پکار رہا ہے کہ اختیارِ دین میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہے۔ وہ اپنے قبول کرنے والوں کو سب سے پہلے یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ یہاں جبر واکراہ کی نفی کی گئی ہے یعنی دین میں سرے سے جبر نہیں ہے یعنی جس جبر کا وجود دین میں نہیں ہوگا۔ وہ وقوع پذیر ہی نہ ہوگا۔''

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔تفہیم القرآن

''یہاں دین سے مراد اللہ کے متعلق وہ عقیدہ ہے جو اوپر آیت الکرسی میں بیان ہوا ہے اور وہ پورا نظام زندگی ہے جو اس عقیدے پر بنتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی و عملی نظام کسی پر زبردستی نہیں ٹھونسا جا سکتا۔ یہ ایک ایسی چیز ہی نہیں ہے جو کسی پر زبردستی منڈھی جا سکے۔''

مولانا موصوف نے ایک سوال کے جواب میں اس آیت کے بارے میں جو وضاحت فرمائی وہ درج ذیل ہے:

''اس آیت میں کہا گیا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے دین میں جبر نہیں کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک دین قبول کرنے یا اختیار کرنے کے معاملے میں، دوسرے دین کے نظام میں۔ ان دو تفسیروں میں سے کون سی تفسیر قابل ترجیح ہے؟ اس کا فیصلہ محض اس آیت کے الفاظ سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے آپ کو سیاق وسباق کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔'' (رسائل ومسائل، حصہ سوم)

جس سیاق وسباق میں یہ آیت آتی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات کا واضح تصور پیش کیا گیا ہے جو مختلف اقسام کی شرک میں مبتلا ہونے والی تمام موجود الوقت مذہبی جماعتوں کے تصور اللہ سے مختلف ہے اور اس کا بنیادی عقیدہ ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے۔ راہ راست گمراہی سے ممیز ہو چکی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایک ایسی رسی تھام لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں اللہ ان کا سرپرست ہے۔ وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ کفر کریں ان کے سرپرست طاغوت ہیں۔ وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ اس سیاق وسباق میں خط کشیدہ فقرہ صاف طور پر یہ معنی دے رہا ہے کہ اللہ کے متعلق مذکورہ بالا عقیدہ کسی سے زبردستی نہیں منوایا جائے گا۔ صحیح عقیدے کو غلط عقائد کے مقابلے میں پوری طرح وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔ اب جو کوئی غلط عقائد کو چھوڑ کر اللہ کو اس طرح مان لے گا جس طرح بتایا گیا ہے، وہ خود فائدہ اُٹھائے گا۔ اور جو ماننے سے انکار کرے وہ آپ ہی نقصان میں رہے گا۔

اس کے بعد آپ پورے قرآن پر ایک نگاہ ڈالیے۔ یہاں آپ دیکھیں گے کہ متعدد جرائم کے لیے سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ بہت سی اخلاقی خرابیوں کو دبانے کا حکم دیا گیا ہے۔ بہت سی چیزوں کو ممنوع ٹھہرایا گیا ہے۔ متعدد چیزوں کو فرض اور لازم قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے وہ رسول ﷺ اور اصحاب امر کی اطاعت کریں۔ ان سب احکام کو نافذ Enforce کرنے کے لیے بہرحال کسی نہ کسی قوت جابرہ coercive power کا استعمال ناگزیر ہے، خواہ وہ ریاست کی طاقت ہو یا سوسائٹی کے اخلاقی دباؤ کی طاقت۔ (اس سلسلے میں تاریخ اسلام سے دو نہایت معروف مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اقتدار کی طاقت سے کام لیتے ہوئے منکرین زکوٰۃ کے خلاف اقدامات فرمائے اور حضور ﷺ نے سوسائٹی کے اخلاقی اور معاشرتی دباؤ سے کام لیتے ہوئے غزوۂ تبوک کے موقع پر جہاد میں شامل ہونے سے سستی برتنے پر حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرہ بن ربیع کے خلاف اقدامات کا حکم صادر فرمایا تھا۔ مضمون نگار)۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ''دین میں کوئی جبر نہیں'' کہنے سے قرآن کا منشاء یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسلامی نظام زندگی میں سرے سے جابرانہ قوت کے استعمال کو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین اسلام کو قبول کرنے کے معاملے میں جبر کا کوئی کام نہیں ہے۔ جو قبول کرنا چاہے وہ اپنی آزادانہ مرضی سے قبول کرے اور جو قبول نہ کرنا چاہے اسے کوئی زبردستی ایمان لانے پر مجبور نہ کرے گا۔

اس مضمون پر مزید روشنی رسول اللہ ﷺ اور آپ سے براہِ راست تربیت پانے والے اصحابؓ کے طرزِ عمل سے پڑتی ہے۔ انہوں نے کبھی کسی غیر مسلم کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا، مگر جو لوگ اسلام میں داخل ہو گئے ان کو اسلامی احکام کی تعمیل پر ضرور مجبور کیا اور اس غرض کے لیے اخلاقی و معاشرتی دباؤ سے ہی نہیں، حکومت کی طاقت سے بھی کام لیا۔ ان کے زمانے میں کثرت سے غیر مسلم اسلامی حکومت کی رعایا بنے۔ انہیں عقیدے اور عبادات اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی دی گئی اور ان کے شخصی قانون Personal Law کو بحال رکھا گیا مگر اسلامی حکومت کا اجتماعی قانون Public Law ان پر بھی اسی طرح نافذ کیا گیا جس طرح وہ مسلمانوں پر نافذ کیا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

☆ سید گیلانی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے ایجوکیشن، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار، ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 03214071168

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم بی ایس سی رکمپیوٹر کورسز، سعودی عرب میں ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ رفیقہ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0300-7446250

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر سید فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ACMA، CA، CIMA، MA Economics سعودی عرب میں سینئر آڈیٹر کے لیے لاہور، گوجرانوالہ یا سیالکوٹ سے دینی گھرانے کی دراز قد ایم بی بی ایس یا ایم ایس سی انجینئرنگ لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0333-8683865

2012ء میں کیا ہوگا؟

وقار احمد

یہ وہ سوال ہے جس کی گونج آج کل دنیا کے ہر کونے میں سنائی دے رہی ہے۔ کچھ لوگ اس پر سنجیدگی سے غور کرتے ہیں اور کچھ لوگ اسے محض کم فہمی سمجھ کر مذاق میں اڑا دیتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے حالات جس نہج پر جا رہے ہیں اور اتنی تیز رفتار تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں کہ انتہائی سطحی ذہنیت رکھنے والا شخص بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہے کہ شاید کچھ ہونے والا ہے۔ موجودہ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟ انسانی زندگی ان موجودہ خوفناک ترین شورشوں سے گزر کر کب سکون کے دھارے میں بہے گی؟ اس دھارے کا رُخ رحمان کی طرف ہوگا یا شیطان کی طرف؟ اس نئے دور میں غلبہ بدی کی قوتوں کا ہوگا یا نیکی غالب آئے گی؟

اس دنیا میں بسنے والے ان تمام انسانوں کے لیے ان سوالات کی کوئی اہمیت نہیں ہے جو جانوروں کی طرح زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ محض کھانا پینا، سونا اور جنسی خواہش پوری کرنا جن کی زندگی کا مقصد ہے۔ پیسہ جن کا دین بن چکا ہے۔ جبکہ وہ لوگ جو اس دنیا میں انسانی زندگی کے تسلسل کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں اور آنے والے کل کے بارے میں فکر مند ہوتے ہیں، انہیں آسانی سے تین واضح گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

① صرف موجودہ زمینی حقائق کو ہی حقیقت اور صرف مادی وسائل کو ہی اصل طاقت سمجھ کر، آنے والے کل کا اندازہ لگانے والے سطحی سوچ کے حامل نام نہاد دانشور۔

② انسانی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے، تہذیبوں کے عروج و زوال کی وجوہات پر غور کرنے والے اور تہذیبوں کے خاتمے کی مادی، اخلاقی اور روحانی وجوہات پر غور کر کے کسی منطقی نتیجے پر پہنچنے والے۔

③ آسمانی وحی کو حقیقی علم سمجھ کر اس کی روشنی میں آنے والے دنوں کا اندازہ لگانے والے، خواہ یہ وحی الہامی کتابوں، انبیاء کی بشارتوں، نیک لوگوں کے خوابوں یا حقیقی مجذوبوں کی پیشین گوئیوں کی شکل میں ہو۔

پہلے دونوں گروہ عقل کے ذریعے گزرے ہوئے حالات کے عروج و زوال کو معیار بنا کر آنے والے دنوں کے حالات کا اندازہ لگاتے ہیں۔ ان میں سے پہلا گروہ اس قدر سطحی سوچ اور محدود علم کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے "آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل" اور محسوسات کی دنیا سے آگے انہیں کوئی بھی رسائی حاصل نہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ جب تک آسمانی عذاب کا کوڑا ان پر برس نہیں پڑتا انہیں نہ تو "ناقة الله" نظر آتی ہے اور نہ ہی "یدِ بیضاء" سے ان کے تاریک دلوں کو روشنی ملتی ہے۔ اس لیے ان کا تو ذکر ہی چھوڑیں۔ اب باقی دو گروہ رہ گئے۔ یہ دونوں گروہ مختلف راستوں سے سفر کرتے ہوئے ایک ہی ملتے جلتے نتیجے تک پہنچتے ہیں۔ فرق صرف وسعتِ نظر کا ہے۔

عقل چونکہ محدود ہے اس لیے وہ محدود دائرے میں ہی دیکھ سکتی ہے۔ لیکن یہ اتنی صلاحیت ضرور رکھتی ہے کہ درست اور غلط راستے میں امتیاز کر سکے۔ انسانوں کو عقل عطا کرنے کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔ عقل کو درست طریقے سے استعمال کر کے مستقبل کے بارے میں کافی حد تک ملتے جلتے اندازے لگائے جا سکتے ہیں جبکہ حقیقی روشنی اور مستقبل بینی کا اصل ماخذ صرف اور صرف الہامی پیغامات ہی ہیں۔ انسانی تاریخ میں نہ صرف یہ کہ بڑے بڑے حقیقی علماء، فلسفی اور دانشور اس بات پر یقین رکھتے تھے بلکہ عام انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کل بھی اور آج بھی اسی بات کو فیصلہ کن سمجھتی ہے۔ یہی وہ حقیقی ورثہ ہے جس کی بنیاد پر دنیا میں موجود تمام بڑے بڑے مذہبی گروہ خواہ وہ مسلمان، عیسائی، یہودی یا کوئی بھی ہوں مستقبل کے واقعات کو اپنی اپنی نظر سے دیکھتے ہیں اور اندازہ لگاتے ہیں کہ کل کیا ہوگا۔

دنیا میں انسانی زندگی کا آغاز آدم علیہ السلام کی بعثت سے ہوا اور مختلف نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے بالآخر روزِ محشر میں وہ آخری فیصلہ کن موڑ آئے گا جب حزب اللہ اور حزب الشیطان بالکل علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے اور دوبارہ کبھی نہ ملیں گے۔ حزب الشیطان ذلیل کر دینے والے انتہائی دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے جس سے کبھی بھی رہائی نہ پائیں گے۔ جبکہ حزب اللہ عالی شان باغات اور محلوں میں دل پسند زندگی گزاریں گے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

انہی نشیب و فراز میں سے ایک بڑا موڑ اب آنے والا ہے، جس کا اس قدر شور مچا ہوا ہے۔ یہ آخری موڑ ہرگز نہیں ہے لیکن یہ بہت بڑا موڑ ضرور ہے۔ جب تین بڑی امتوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اس بڑے تنازع کو حل کر دیں گے جو اصل میں ہمارے (یعنی مسلمانوں)، عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ کا باعث بنا ہوا ہے اور اسی وجہ سے تمام تر دنیا میدانِ جنگ بنی ہوئی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمتوں پر ہم سب قربان ہوں کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ہی تینوں گروہوں کے درمیان متنازع ہے، اس لیے انہیں ہی فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا جائے گا۔ یہودی انہیں نبی ہی نہیں مانتے۔ عیسائی انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، نعوذ باللہ اور ہم انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بندہ اور رسول مانتے ہیں۔ ان تینوں گروہوں میں سے صرف ایک گروہ درست کہتا ہے باقی دونوں جھوٹے اور کذاب ہیں۔

ہم مسلمانوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ڈھیروں کرم و فضل ہے کہ ہم قرآن اور حدیث کی موجودگی میں انتہائی روشنی میں ہیں اور واضح طور پر مستقبل کے واقعات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ یہودی اور عیسائی اپنی کتابوں میں موجود چند ایک خوابوں اور بشارتوں کو لے کر ان مبہم اشاروں کے ذریعے اپنے من پسند مستقبل کا خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ اس معاملے میں وہ کتنی علمی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کس قدر کوتاہ فہمی کا شکار ہو کر حقائق سے نظریں چراتے ہیں، یہ بات حیرت انگیز ہے۔ بائبل

کا سرسری مطالعہ بھی ان کے جھوٹ کی قلعی کھول کر رکھ دیتا ہے۔

2012ء کے بارے میں جو شور مچا ہوا ہے اس کے بنیادی ماخذ صرف تین ہیں۔ (1) نظام شمسی کی متوقع تباہی کے متعلق پھیلائی گئی وہ تمام معلومات جن سے انٹرنیٹ بھرا پڑا ہے۔ (2) مایا تہذیب کا کیلنڈر۔ (3) تورات میں موجود حضرت دانیال علیہ السلام کے خواب۔

علم فلکیات کے حوالے سے جو شور مچا ہوا ہے اس کے بارے میں NASA کے Space Scientist ڈیوڈ ماریسن کا کہنا ہے کہ ”Planet-x اور Nibiru محض جھوٹی کہانیاں ہیں۔ ان سیاروں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ Gallactic Allignment ہر سال دسمبر میں ہوتی ہے، سورج سے آگ کے بڑے طوفان (Solar maximum mass ejection) ہر گیارہ سال بعد نکلتے ہیں لیکن یہ زمین کو کوئی خاص نقصان نہیں پہنچاتے۔ ویسے بھی یہ 2012ء میں نہیں ہوگا بلکہ 2013ء کے موسم بہار میں ہوگا اور ہر چار لاکھ سال کے بعد مقناطیسی کشش کا رخ قطبین کے درمیان باہم تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ (Megnetic pull shift after every 400,000 years) اس سے قطبین اپنی جگہ سے بالکل بھی نہیں کھسکتے، نہ ہی اس کے وقوع پذیر ہونے سے دنیا کے تباہ ہونے کا کوئی تعلق ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے 2012ء میں وقوع پذیر ہونے کا ابھی تک کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔“

جہاں تک مایا تہذیب کے کیلنڈر کی بات ہے تو جس طرح ہمارے ہاں 365 دن کے بعد سال تبدیل ہوتا ہے۔ 100 سال کے بعد صدی اور 1000 کے بعد میلینیم۔ اسی طرح مایا کے انتہائی پیچیدہ کیلنڈر میں ایک دائرہ 260 دن کا ہے، ایک 365 دن کا ہے۔ علم فلکیات اور ریاضی کے شاہکار اس کیلنڈر کے حساب سے 21 دسمبر 2012ء وہ دن ہے جو ہر 5125 سال اور 25800 سال کے بعد، اس کیلنڈر کے تمام تر حسابات میں مشترک آتا ہے۔ اس کے علاوہ مایا سے 2012ء کا اور کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ ہی اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ 2012ء کو دنیا ختم ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا باتوں سے آپ کو یقیناً پتا چل گیا ہوگا کہ قدیم ترین اور جدید ترین علم فلکیات کی رو سے 2012ء میں کوئی بھی ایسا واقعہ پیش آنے کا امکان نہیں ہے جس سے دنیا فنا ہو جائے گی۔ البتہ اسی سن یعنی 2012ء کا ایک حساب ہمیں بائبل سے بھی ملتا ہے۔ آیئے، اس کا بھی مشاہدہ کرتے چلیں۔ تورات میں موجود حضرت دانیال علیہ السلام کے صحیفے کی کچھ آیات کی تفسیر سے بھی ہمیں آخری دور کے حوالے سے 2012ء کا حساب ملتا ہے۔ حضرت دانیال کی بعثت اس دور میں ہوئی جب شاہِ بابل نبوکدنضر یروشلم کو مکمل طور پر برباد کر کے تمام تر یہودی قوم کو غلام بنا کر بابل لے گیا تھا۔ انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم عنایت فرمایا تھا۔ اس علم اور حکمت کی وجہ سے ان کی شاہ کے دربار میں بہت زیادہ قدر و منزلت تھی، آخری دور کے بارے میں انہیں کئی خواب یکے بعد دیگرے دکھائے گئے اور اس بات کو بھی واضح کیا گیا کہ یہ صرف آخری زمانے سے متعلق ہیں۔ یہ تمام خواب ان کے صحیفے میں درج ہیں۔ انہی خوابوں میں رِجسَۃُ خَراب (abomination of desolation ”بدکار مملکت“ یا ”بربادی کا منحوس پیش خیمہ“ یا ”برباد کن بدکاری“ یا ”ویران کرنے والی خطا کاری“۔ یہ سب اہلِ کتاب کی اس معروف اصطلاح کے ترجمے یا مفہوم ہیں) کے بارے میں دیکھے گئے ایک خواب کا حصہ یہ ہے:

”تب میں نے ایک قدسی کو کلام کرتے سنا اور دوسرے قدسی نے اسی قدسی سے جو کلام کرتا تھا پوچھا کہ دائمی قربانی اور ویران کرنے والی خطا کاری کی رویا جس میں مقدس اور اجرام پامال ہوتے ہیں کب تک رہے گی؟ اور اس نے مجھ سے کہا کہ دو ہزار تین سو صبح و شام تک۔ اس کے بعد مقدس پاک کیا جائے گا۔“ (دانیال، باب 8، آیت 14،13)

عہد نامہ قدیم کے کیتھولک نسخے میں صحیفہ دانیال کی یہ اختتامی عبارت یوں آتی ہے:

”دو ہزار تین سو صبح و شام تک۔ پھر القدس کو اس کے حقوق واپس دلائے جائیں گے۔“

اسی صحیفہ کی آخری آیات میں یوں لکھا ہے:

”اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک ہے وہ جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے۔ پر تو اپنی راہ لے۔ جب تک کہ مدت پوری نہ ہو کیونکہ تو آرام کرے گا.........“

(دانیال، باب 12، آیات 13،12،11)

یہاں صحیفۂ دانیال علیہ السلام ختم ہو جاتا ہے اور دانیال علیہ السلام مطمئن ہو جاتے ہیں کہ بیت المقدس کے حقوق پینتالیس سال بعد واپس ہو جائیں گے۔ کیونکہ توراتی صحیفے دن کی تفسیر سال سے کرتے ہیں۔ مثلاً صحیفہ حزقیال، باب 4، آیت 6) میں ہے کہ ”میں نے تیرے لیے ایک ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مقرر کیا ہے۔“

پہلے خواب کے متعلق اصل اختلاف یہ ہے کہ 2300 سال کی اس مدت کا نقطۂ آغاز کیا مانا جائے؟ اس کے بارے میں تمام تر اقوال چانسی chauncy کی شرح میں موجود ہیں، جو اس نے 1838 میں لکھی تھی۔ اس کے اپنے بقول یہ پچاسی تفسیروں کا خلاصہ ہے۔ مختصر یہ کہ کل پانچ زمانوں کو نقطۂ آغاز ماننے کے بارے میں تمام تر بحثیں موجود ہیں۔ آج ان میں سے چار زمانے گزر چکے ہیں، صرف آخری حساب باقی ہے۔ وہ یہ کہ اگر سکندری کیلنڈر کے آغاز کو نقطۂ آغاز مانا جائے جو کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی وفات کے بعد رائج ہو گیا تھا اور اس تمام تر عرصہ میں یہی کیلنڈر عالمی حساب کے لیے معتبر مانا جاتا رہا ہے، تو حساب کچھ یوں بنتا ہے۔ 1967=2300-333 (یاد رہے کہ سکندری کیلنڈر کا نقطہ آغاز 333 قبل مسیح ہے) پس 1967ء عین وہ سال ہے جب یروشلم (بیت المقدس) اسرائیل کے زیر تسلط آیا۔

واقعتاً یہ ایک المناک حادثہ تھا۔ یہ سال قدسیوں کی امت پر بہت بھاری گزرا۔ اور واقعتاً یہ سال ان پیشین گوئیوں اور اعداد سے قطع نظر بھی...... یہودیوں کی تاریخ میں پچھلے دو ہزار سال سے لے کر اب تک کا عظیم ترین واقع ہے۔ اب جبکہ بربادی کا منحوس پیش خیمہ (یعنی اسرائیل) ہم نے اپنی آنکھوں سے قائم دیکھ لیا ہے اور اس کی ساری نحوست، وحشت و بربریت، اس کی بدکاریاں، اس کا شرک، اس کا الحاد، مسجدِ اقصیٰ میں نمازوں کو معطل کرنے کے واقعات، مسجدِ اقصیٰ کو جلانے اور گرانے کی سب مذموم کوششیں ہم نے خود دیکھ لیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے شر کو یہیں روک دے۔ ویسے بھی آج کا یہ اسرائیل دنیا کے اندر فحاشی، بدکاری، الحاد اور خبائث کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اس میں جوا، ہم جنس پرستی، سود اور بڑے بڑے گھناؤنے افعال

امریکہ کی سطح کے ہیں۔ اس ریاست کے سب بانی بدترین قسم کے ملحد، دہریے اور اشتراکیت پسند مفکر تھے اور یا پھر گھناؤنے جرائم پیشہ دہشت گرد ٹولوں کے سرپرست۔ موسیٰ علیہ السلام کے دس کے دس احکامات یہاں پسِ پشت ڈال کر رکھے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو اپنی تورات کے حوالے سے صرف ایک بات یاد ہے اور وہ یہ کہ یہ خدا کی چہیتی قوم ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل۔ کیا صرف یہی بات کسی بھی قوم کی نجات کے لیے کافی ہے؟ ہرگز نہیں!!! اصل واقعہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ساری زمین کا گند ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا ہے، تاکہ اسے یکبارگی تلف کر دیا جائے۔

اس کے بعد اس آخری خواب کا جائزہ لیتے ہیں جس کے دیکھنے کے بعد حضرت دانیال علیہ السلام مطمئن ہوگئے تھے کہ 45 سال بعد بیت المقدس کے حقوق واپس مل جائیں گے۔ یہ حساب یوں ہوگا۔

1967+45=2012

یہی وہ 2012ء ہے جس کی بنیاد پر صہیونی عیسائی اور صہیونی یہودی یہ امید رکھتے ہیں کہ اس کے بعد ان کی عالمی حکومت کا آغاز ہوگا۔ جبکہ اسی صحیفے میں موجود آخری دور سے متعلق خوابوں کو روانی سے بھی پڑھتے جائیں تو یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دانیال علیہ السلام کے صحیفے کے مطابق 2012ء وہ سال ہے جب اس ''بدکار ریاست'' اور اس کی پشتی بان سپر پاور کا پوری طرح ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا۔ جبکہ باقی ممالک قائم رہیں گے اور قدسیوں کی حکومت ہمیشہ کے لیے قائم ہو جائے گی۔ اس موضوع پر مکمل تفصیلات جاننے کے لیے بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر سفر الحوالی کی کتاب ''روزِ غضب'' کا مطالعہ کرلیں۔ اس میں اس موضوع کے متعلق تورات کے کئی صحیفوں کے حوالے مع مکمل آیات درج ہیں۔

پھر اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پاس یہودی ہی کی شہادت موجود ہے۔ یہودیوں میں سے ایک گروہ شروع سے لے کر اب تک علی الاعلان یہ کہتا آیا ہے کہ صہیونی اقتدار جو کہ ارضِ مقدس میں اس وقت قائم ہے وہی ''بربادی کا پیش خیمہ'' ہے۔ یہودیوں کا یہ وہ گروہ ہے جو اپنے پیروکاروں کو شروع سے لے کر آج تک صہیونی افکار کی خطرناکی سے خبردار کرتا آیا ہے۔ یہ گروہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ یہودیوں کا اس وقت سرزمینِ مقدس میں اکٹھا ہونا خدا کا غضب نازل ہونے اور خدائی انتقام واقع ہونے کا مقدمہ ہے۔ امریکہ میں یہودیوں کے اس گروہ کی خاصی تعداد موجود ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی اس کا قابلِ لحاظ وجود ہے۔ پھر ان میں سے بعض لوگ ایمان تو اسی حقیقت پر رکھتے ہیں، البتہ اس کی تفسیر ایک سیکولر انداز میں کرتے ہیں۔ ان میں مشہور ترین شخصیت عالمی لغت دان مفکر نوم چومسکی ہے۔ اس عقیدے کے حامل بعض ایسے یہودی گروہ بھی ہیں جو مقبوضہ فلسطینی علاقے میں ہی رہتے ہیں، مگر اسرائیلی حکومت کے ساتھ شامل نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور شخصیت حاخام ہیرش ہے، جو کہ یاسر عرفات کی کابینہ میں وزیرِ امورِ یہود رہے ہیں۔ ان کا گروہ ناتوریم کارتا کہلاتا ہے، یعنی پاسبانانِ بستی۔

قصہ مختصر یہ کہ توراتی صحیفوں کے مطابق بھی 2012ء ہرگز وہ سال نہیں ہے، جس میں دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر صحیفوں کے یہ حصے تحریف کا شکار نہیں ہوئے اور ان سے اخذ کردہ یہ سن درست بھی ہو تو ان سے صرف یہ واضح ہوتا ہے کہ 2012ء میں اس ''بربادی کے منحوس پیش خیمہ'' یعنی اسرائیل کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا مع اس کے سب سے بڑے حلیف یعنی امریکہ کے۔ ہمارے لیے تو یہ بہرحال خوش آئند بات ہے، کیونکہ جب ہم احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہونا تو یہی ہے خواہ 2012ء میں ہو جائے یا اس کے بعد جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہیں۔

اس لیے اہم بات یہ نہیں ہے کہ یہ واقعہ 2012ء میں ہی ہوگا یا کسی بعد کی تاریخ میں، اہم یہ ہے کہ ہم نے اس واقعے میں شمولیت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اور اس وقت ہم کن کی صفوں میں کھڑے ہیں؟ اگر تو آج ہم قدسیوں کی صف میں ہیں تو مبارکباد کے مستحق ہیں، آج بھی، کل بھی اور روزِ محشر میں بھی۔ لیکن اگر ہم میں سے کچھ لوگ اس ''بدکار ریاست'' کی مدد کے لیے بنائے گئے عالمی اتحاد کی صفوں میں شامل ہیں تو وہ غور سے سن لیں کہ تمام تر آسمانی صحیفوں کی رو سے یہ لوگ انتہائی تباہ کن انجام کا شکار ہونے والے ہیں۔ ان کے لیے اب بھی موقع ہے توبہ کرلیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کر کے محض حق اور سچ کی گواہی دینے والے بن جائیں۔ پھر ہی دنیا اور آخرت کی بھلائیاں انہیں ملیں گی۔

وَمَاعَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُo

بقیہ: جزوی تبدیلی یا مکمل انقلاب!

شکار ہو رہی ہے۔ ویسے حیرت ہوتی ہے کہ جماعت کے لٹریچر میں مولانا کی متذکرہ بالا تحریر (جس میں قرآنی موقف کے عین مطابق عوام کی نفسیات کی وضاحت کی گئی ہے) ہونے کے باوجود جماعت انتخابی سیاست میں ملوث ہوئی، جس کا فائدہ بقول شاہ نواز فاروقی صرف یہ ہوا ہے کہ انتخابی میدان میں شکست پر شکست کھانے کے باوجود جماعت اپنے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کوئی دوسری سیاسی جماعت اگر اس طرح کی شکستوں سے دوچار ہوتی تو وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی۔ ہم یہاں سوال کرنے کی جسارت کریں گے کہ کیا جماعت صرف اس لیے بنائی گئی تھی کہ وہ اپنے وجود کی بقا کے لیے کوشاں رہے گی؟ کیا اسلام کا غلبہ اور دین کا قیام جماعت کا مقصد نہیں تھا؟ کیا جماعت کی حیثیت ذریعے (Means) کی تھی یا جماعت کا قیام ایک مقصد (End) تھا؟ شادیزئی صاحب نے انقلابی طریق کے ضمن میں روسی و ایرانی انقلابات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ہم معذرت سے عرض کریں گے کہ ان میں سے کوئی بھی، ہمارے لیے بحیثیت مسلمان، اسوہ نہیں ہے۔ سوویت یونین کا اشتراکی انقلاب اجتماعی زندگی کے صرف معاشی گوشہ میں تبدیلی لاسکا اور ایرانی انقلاب کو صحیح معنوں میں اسلامی انقلاب ہی نہیں کہا جاسکتا۔ ہمارے لیے انقلابِ محمدیؐ ہی کو اسوۂ حسنہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ہر اعتبار سے انقلاب کی کامل ترین مثال پوری تاریخِ انسانی میں ایک ہی ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا اسلامی انقلاب جو ہمارے لیے واحد اسوہ ہے۔ جماعت اسلامی کی قیادت اور جملہ وابستگان نفاذِ اسلام کے حوالہ سے انتہائی مخلص ہیں صرف طریقہ کار پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔ آخر میں اُن سے گزارش ہے کہ وہ امان اللہ شادیزئی جیسے انقلابی فکر کے حامل شخص کی رائے کو دبانے کی بجائے اہمیت دیں اور جماعت کے قیام کے مقصد یعنی غلبۂ اسلام یا حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے انقلابی طرز پر جدوجہد کریں۔ چونسٹھ سال گزر گئے انتخابی سیاست سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ انسان خطا کا پتلا ہے وہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر غلطیوں کا ارتکاب کرسکتا ہے لہٰذا اپنی سیاسی جدوجہد کو مزید Justify کرنے کی بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے تقسیم ہند سے پہلے والے موقف کو اختیار کیجیے، پھر دیکھیے اللہ کس طرح آپ کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ جزوی تبدیلی کو خیرباد کہہ کر کلی تبدیلی کی طرف آئیں۔ اللہ توفیق دے۔

☆☆☆

جزوی تبدیلی یا مکمل انقلاب!

ضمیر اختر خان

انسان سے نہ چاہتے ہوئے بھی غلطی کا صدور ہو جاتا ہے۔ اسلام کے مطابق انسان سے اگر غلطی ہوجائے تو وہ اس کی تلافی کرلے۔ تلافی کی صورت یہ ہے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے اور توبہ واستغفار کرے اور آئندہ غلطی کا جان بوجھ کر اعادہ نہ کرے۔ اگر غلطی کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو تو پھر بندوں سے بھی معافی طلب کرے اور مادی حق کی صورت میں وہ حق متاثرہ فریق کو لوٹائے۔ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق کسی گناہ یا غلطی کے ارتکاب کے بعد جب بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور ایک ارشاد رسول ﷺ یوں ہے۔ ((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ)) یعنی ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔'' اللہ تعالیٰ کو جو چیز سخت ناپسند ہے وہ گناہ اور غلطی پر اصرار کرنا اور عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق اس کا جواز پیش کرنے کی جسارت کرنا ہے۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں دین کے علمبرداروں سے ایک غلطی ہوئی ہے جس سے تاحال رجوع نہیں کیا گیا۔ ان سطور کے ذریعے ہم ان کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ انہیں احساس زیاں عطا کرے۔ آمین۔ پاکستان کی چونسٹھ سالہ تاریخ میں نفاذ اسلام کے حوالے سے دینی مذہبی جماعتوں نے ووٹ کا سہارا لیا اور مغربی جمہوریت کے ذریعے اسلامی نظام کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس راستے کا انتخاب سب سے پہلے جماعت اسلامی نے کیا تھا۔ جماعت کی دیکھا دیکھی مختلف مسالک کے علماء نے بھی اسی راستے کو اپنانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ ایک ہی دین کے نفاذ کے دعویدار اپنے اپنے علیحدہ امیدوار لے کر میدان سیاست میں کود پڑے، جس کے نتیجے میں اسلام کا نفاذ تو نہ ہوسکا، البتہ لادین لوگوں (Secularists) کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ پاکستان میں کس کا اسلام نافذ ہوگا۔ اگرچہ بالکل آغاز ہی میں اس طریق کار کی غلطی کی طرف بعض مخلصین نے دینی جماعتوں کے قائدین بالخصوص جماعت اسلامی کی قیادت کو متوجہ کیا تھا، مگر بوجوہ ان پر یہ غلطی واضح نہ ہوسکی اور یوں نفاذ اسلام کی منزل سر نہ ہوسکی اور معاملہ ہنوز دلی دور است والا ہے۔

حال ہی میں ایک حوصلہ افزا اور دل خوش کن خبر پڑھنے کو ملی۔ ایسا لگا جیسے میر کارواں کو احساس زیاں ہوگیا ہے۔ ہم اس خبر کو قارئین اور نفاذ اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کے سامنے اس غرض سے پیش کر رہے ہیں کہ وہ بھی اس خبر کی تحسین کریں اور ہوسکے تو نفاذ اسلام کے درست طریقے کی طرف جس کا ذکر اسی خبر میں ہے عوام الناس کو متوجہ کریں۔ خبر کچھ اس طرح ہے کہ جماعت اسلامی کے امیر سید منور حسن صاحب نے فرمایا کیا ہے کہ ''ووٹ کے ذریعے جزوی تبدیلی آسکتی ہے لیکن ظلم اور کرپشن کے نظام کو پورا بدلنے کے لیے پُرامن عوامی انقلاب وقت کی ضرورت ہے''۔ (ایشیا 3 نومبر 2011ء) ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ''دیر آید درست آید'' کے مصداق چونسٹھ سال بعد ہی سہی اس حقیقت کا ادراک جماعت کی قیادت کو ہوگیا ہے کہ ان کی انتخابی جدوجہد سے مکمل انقلاب نہیں آسکتا البتہ جزوی تبدیلی کی امید کی جاسکتی ہے۔

اس اعلان واعتراف حقیقت پر محترم امان اللہ شادیزئی "Friday Special" کی اشاعت بابت 25 نومبر تا یکم دسمبر 2011ء میں بعض دلچسپ اور بنیادی سوالات اٹھائے ہیں۔ ان کا پہلا سوال یہ ہے کہ محض جزوی تبدیلی کے لیے وقت اور سرمایہ کیوں ضائع کریں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ جزوی تبدیلی ہمہ گیر مسلط نظام کو تبدیل نہیں کرسکتی تو پھر اس کار لاحاصل کا فائدہ کیا ہے؟ یہ معلوم ہے کہ جز کُل کے تابع ہوتا ہے تو پھر کل کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ جُز کے حصول میں وقت اور توانائیوں کو ضائع کیا جائے۔ مزید براں انقلاب ہمیشہ رائج الوقت نظام کو اس کے تمام کل پرزوں سمیت شکست سے دوچار کرتا اور نیست و نابود کردیتا ہے، اور ایک نئی صبح طلوع کرتا ہے۔ شادیزئی صاحب نے ایک بڑا اور اہم سوال یہ بھی اُٹھایا ہے کہ کیا پاکستان میں انتخابات کے ذریعے رائج الوقت نظام تبدیل ہوسکتا ہے؟ پھر خود ہی اس کا جواب دیا ہے کہ ''فاسد نظام انتخابات کے ذریعے اسلام اقتدار حاصل نہیں کرسکتا ہے''۔ اپنی اس رائے کی تائید میں انہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی تحریر سے یہ اقتباس پیش کیا ہے: ''آپ کو غور کرنا چاہیے کہ آخر اسلامی انقلاب کے راستے میں مسلمان قوموں کی ان آزاد حکومتوں کے سدراہ ہونے کا سبب کیا ہے؟ اس کا اصل سبب عوام کی اسلام سے بے خبری ہے۔ اگر ان (نام نہاد آزاد مسلم حکومتوں) کے جمہور کو خود اپنی پسند کے مطابق نظام حکومت قائم کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوجائے، تب بھی حکومت الٰہی وجود میں نہیں آسکتی۔ وہ اپنے دنیوی مفاد کے پرستار ہوتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان میں حق وصداقت کے لیے اپنے مفاد کو قربان کرنے کی طاقت نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس جب کبھی ان کی اغراض دینوی سے حق وصداقت کا تصادم ہوتا ہے وہ حق کو چھوڑ کر ہمیشہ اس طرف جاتے ہیں جس طرف ان کی اغراض پوری ہوتی ہوں۔ جہاں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو وہاں کبھی یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ عام انتخابات میں ان کے ووٹوں سے صالحین منتخب ہوں گے جو منہاج النبوت پر حکومت کرنے والے ہوں۔ جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ اسی طرح سوسائٹی بگڑی ہوئی ہو تو اس کے ووٹوں سے وہی لوگ منتخب ہوکر برسر اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشات نفس سے سند قبولیت حاصل کرسکیں گے''۔ (ترجمان القرآن 1941ء) امان اللہ شادیزئی نے مولانا کی تحریر سے یہ طویل اقتباس اپنے مضمون میں نقل کرکے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ اگلی قسط میں اس کے ایک اور اہم پہلو کا تجزیہ پیش کریں گے۔ ہم انتظار کر رہے ہیں لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ شاید شادیزئی صاحب اس مضمون کی تکمیل نہیں کرسکیں گے۔ ہمارے احساس کی بنیاد اس مضمون کی اشاعت کے فوراً بعد شاہ نواز فاروقی صاحب (Friday Special بابت 2 تا 9 دسمبر 2011ء) کے مضمون پر ہے، جس میں جماعت کی چونسٹھ سالہ کارکردگی بطور خاص انتخابی میدان میں کارہائے نمایاں کا بڑے شدومد سے ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ کرے کہ ہمارا گمان غلط ہو کہ شادیزئی کے مضمون کی دوسری قسط جان بوجھ کر روکی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں افسوس سے کہنا پڑے گا کہ جماعت فکری جمود کا

(بقیہ صفحہ 10 پر)

اردو بنام باشعور اہلِ وطن

پاکستان میں لسانی مسئلہ آغاز سے ہی سنگین صورت حال اختیار کر گیا تھا اور یہ پاکستان کے دولخت ہونے کا باعث بھی بنا۔ اگر قیام پاکستان کے بعد انگریزی کی بجائے عربی کو سرکاری زبان بنا دیا جاتا تو اس سے یہاں کے مسلمانوں کا قرآن حکیم اور دینی لٹریچر سے تعلق بہت مضبوط ہوتا اور اُن میں وحدت پیدا ہو جاتی۔ ملک کی انتظامی اکائیوں یعنی صوبوں کے لوگوں کو اِس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا اور نہ ہی کوئی لسانی مسئلہ پیدا ہوتا۔ ہم آج پھر ملک کے مقتدر طبقوں کو یہ بات یاد دلاتے ہیں کہ عربی زبان کی ترویج ہماری بنیادی ضرورت ہے۔ اس سے لسانی عصبیتوں کی شدت کو کم کرنے میں مدد ملے گی اور ملک کو استحکام حاصل ہوگا۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ ہم سمجھتے ہیں جب تک عربی زبان کو یہ مقام نہیں دے دیا جاتا، تب تک لوگوں کے اذہان پر انگریزی کو مسلط کرنے کی بجائے ملک میں اردو کو فروغ دیا جانا چاہیے جو ملک کے تمام حصوں میں بولی یا کم از کم سمجھی جاتی ہے۔ اِسی نقطہ نظر سے زیرِ نظر تحریر شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

مکرمی! آپ کے موقر جریدے کی وساطت سے محبان پاکستان کی خدمت میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتی ہوں۔ 1867ء سے لے کر 1947ء تک میرے وجود کو ختم کرنے کے لیے ہندوؤں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کیونکہ میں ہندو مسلم چپقلش میں مسلمانوں کے امتیاز کی حامل تھی۔ گاندھی کو مجھ سے خصوصی بیر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اردو مجھے اس لیے ناپسند ہے کہ یہ قرآنی رسم الخط میں تحریر کی جاتی ہے۔ متذکرہ حملوں کے دوران کبھی تو میرا سرسید احمد خان نے دفاع کیا، کبھی نواب سلیم اللہ خان بہادر، نواب وقار الملک اور نواب محسن الملک میرے پشتیبان بن کر ڈٹ گئے اور کبھی علامہ اقبال اور قائداعظم میری حفاظت کے لیے سینہ سپر ہو گئے۔ پھر جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو ہر آئین میں مجھے قومی زبان (دفتری، عدالتی، تعلیمی) قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ 1973ء کے دستور میں میرے مکمل نفاذ کی تاریخ 14 اگست 1988ء تک طے کر دی گئی (آرٹیکل نمبر 1-251)۔ یہ تو تھی میری آئینی، اخلاقی اور تاریخی حیثیت لیکن آزادی کے بعد کی میری داستان بھی درد و آلام سے بھری ہوئی ہے۔ انگریز تو چلے گئے لیکن جیسے یہاں اپنی زبان چھوڑ کر مجھے تدفین کی غرض سے ساتھ لے گئے۔ کالے انگریزوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا، اس سے آپ خوب آگاہ ہیں۔ مجھے سرکار دربار میں ''انگلش بی'' کے سامنے ایک لونڈی سے زیادہ حیثیت نہ دی گئی۔ قائداعظم کے میرے حق میں واضح فرامین اور آئینی تحفظات کو ہر دور میں ردّی کی ٹوکری میں پھینکا جاتا رہا۔ مرحوم ضیاء الحق اور غلام حیدر وائیں کے ادوار میں مجھے کچھ سکھ کا سانس لینے کا موقع ملا لیکن وہ دور محض عارضی ثابت ہوا۔

اے پاکستان سے محبت رکھنے والو! حال ہی میں میری پہلی ٹوٹی پھوٹی حیثیت پر تازہ وار مسلم لیگ (ن) کے ہاتھوں بروئے عمل آ رہا ہے۔ نہ جانے مجھے کس جرم کی پاداش میں حکومت پنجاب کے سرکاری سکولوں سے بطور ذریعہ تعلیم دیس نکالا دے دیا گیا ہے۔ کہا یہ گیا ہے کہ اردو کو پیچھے دھکیلنے اور انگریزی ذریعہ تعلیم نافذ کرنے سے امیر اور غریب طلبہ میں تفاوت ختم ہو جائے گا لیکن عملاً کیا ہوگا، میرے ذریعہ تعلیم ہونے کے سبب غرباء اور نچلے متوسط طبقہ کے کافی بچے ٹیوشن کی سہولت نہ ہونے کے باوجود مختلف امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے ڈاکٹر انجینئر اور اعلیٰ سول اور فوجی افسر بن جاتے تھے۔ اب وہ خیر سے پرائمری سے ہی سکول چھوڑنے پر مجبور ہوں گے اور یہ عمل شروع بھی ہو چکا ہے۔ ڈالروں کی بوچھاڑ میں میری کٹیا برباد کی جا رہی ہے۔ موجودہ لیگی حکومت عالمی سامراجی اداروں کی آلہ کار کی حیثیت سے میرے وجود کے درپے ہے۔ کیا علامہ اقبال، قائداعظم اور آئین کے خالق رہنما خادم اعلیٰ کی نسبت، کم دانا اور ترقی کے تقاضوں سے ناآشنا تھے؟ ذرا غور تو فرمایئے اگر آپ میں سے کوئی روس میں جا کر کہے کہ اپنے بچے میرے حوالے کر دو، میں انہیں اردو (یا انگریزی ہی سہی) میں تعلیم دوں گا تو یقیناً وہ دماغی امراض کے ہسپتال کی راہ دکھائیں گے۔ گاندھی اور نہرو تو میرا کچھ نہ بگاڑ سکے لیکن قائداعظم کے ''اصلی تے وڈے وارث'' ہونے کے دعویدار اور دن رات آئین کی حکمرانی کی رٹ لگانے والے میری گردن پر کیوں چھری چلا رہے ہیں؟ اندریں حالات آپ کیا سوچتے ہیں اور کوئی بات بھی آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو ملکی یکجہتی کی حامل زبان بولنے کے ناتے میری بجائے پاکستان کی سالمیت کا تو سوچئے، جو سخت خطرات کا شکار ہے۔

آخر میں دردمندانہ گزارش ہے کہ میری دادرسی کیجئے جس کے کئی راستے ہیں۔ قانونی، عوامی، تحریری اور پرامن مظاہرے، آپ اپنی ذاتی اغراض کے لیے یہ سب کچھ کرتے رہتے ہیں بلکہ اس سے بھی کہیں آگے بڑھ جاتے ہیں۔ میرا تحفظ آپ کا اپنا تحفظ ہے۔ آگے بڑھیئے اور گاندھی کی روح کو جو سکون خادم اعلیٰ پہنچانا چاہتے ہیں، انہیں درخواست کر کے اس سے روک لیجئے۔ وگرنہ لکھ لیجئے کہ ؏ ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''۔ میں نے یکجہتی پاکستان کی بات کی ہے، مجھے برباد کر کے کون سی زبان ہے جسے وہ ملکی سالمیت کا ذریعہ بنائیں گے آپ؟ پنجاب میں تین بولیاں (سرائیکی، وسطی پنجابی اور پوٹھوہاری) سرحد میں دو لسانی گروہ (ہزارے اور پشتون) سندھ کی حالت سب کے سامنے (سندھی اور اردو بولنے والے، تیر تفنگ سے لیس ایک دوسرے کے مدمقابل) اور بلوچستان میں تین فریق (براہوی، بلوچ اور پشتون) خدا کے لیے میں کہ اسلام کے بعد ملک پاکستان کو متحد رکھنے والی کو یوں بیک بینی و دوگوش ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب سے یوں جلاوطن نہ ہونے دیجئے۔ سوچتی ہوں کہ ساری عمر میری کمائی کھانے والے، بڑے بڑے قلم کار کہاں سو گئے؟ زمین انہیں نگل گئی کہ آسمان کھا گیا یا بقول شورش کاشمیری ''پیٹ کی مار نے، کہیں قبروں کے کتبے بنا دیا ہے۔''

اردو بمعرفت ڈاکٹر محمد شریف نظامی،
صدر قومی زبان تحریک،
A-26، رحمان پورہ کالونی، لاہور

آدھی جنگ

اوریا مقبول جان

جاپان کے سفیر نے ایک دفعہ ایک سیمینار میں یہ دعویٰ کیا کہ پاکستان میں شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جس میں جاپان کی بنی ہوئی کوئی ایک چیز خواہ کیسٹ ہی کیوں نہ ہو، میسر نہیں۔ جاپان کا یہ دعویٰ صرف پاکستان کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک کے لیے درست ہے۔ ترقی کی ایسی مثال شاید ہی کوئی دوسرا ملک دے سکے۔ یہ تو ابھی کل کی بات ہے کہ جنگ عظیم دوئم میں جاپان عبرت کی مثال بنا دیا گیا تھا۔ ''مہذب'' دنیا کے سرخیل امریکہ نے اس کے دو شہر اُن ایٹمی ہتھیاروں سے نیست و نابود کر دیے تھے، جن ہتھیاروں پر پابندی کے لیے وہ دنیا بھر میں چیختا پھر رہا ہے۔ یہ جاپان 2010ء تک دنیا کی دوسری بڑی معاشی طاقت رہا ہے۔ اب چین کی روز افزوں ترقی کے بعد یہ تیسرے نمبر پر آ گیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ جاپان کی ناکامی نہیں بلکہ چین کی کثیر آبادی یعنی ڈیڑھ ارب لوگوں کا معاشی میدان میں دیوانوں کی طرح سرگرم ہونا اور دوسرا یہ کہ دنیا بھر کے ممالک سے سرمایہ داروں کا چین میں سستی مزدوری کی وجہ سے وہاں اپنا سرمایہ منتقل کرنا ہے۔ آج یہ سرمایہ وہاں سے نکل جائے یا چین اپنے عوام کی فلاح و بہبود، ترقی اور مزدوروں کی تنخواہوں پر اتنا ہی خرچ کرنے لگے جتنا جاپان کرتا ہے تو جاپان کا شاید دور دور تک بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ جاپان نے نہ صرف صنعتی ترقی کی مثال قائم کی ہے بلکہ اس نے اپنے ملک میں معیارِ زندگی کو ہر خاص و عام تک اس طرح پہنچایا ہے کہ امیر و غریب کا فرق زیادہ نہیں لگتا۔

لیکن آج مجھے اس جاپان کا تذکرہ صرف ایک حوالے سے کرنا ہے۔ یہ وہ سچ ہے جو میرے ملک میں کوئی دانشور، ماہر اقتصادیات، سیاست دان یا عظیم لبرل سیکولر مفکر واشگاف الفاظ تو کیا دبے دبے لفظوں میں بھی نہیں بولتا۔ اس لیے نہیں کہ یہ ایک معاشی حقیقت ہے بلکہ اس لیے کہ اس سے اسلام کا ایک عظیم معاشی اصول سچ ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ اصول ہے سود کا خاتمہ۔

فروری 1999ء یعنی آج سے 13 سال قبل جاپان نے اپنے تمام بنکوں سے قرضے پر سود کی شرح صفر کر دی۔ چونکہ ان کے ہاں لفظ منافع استعمال ہوتا تھا اور وہ بھی بنکوں کے دو سو سالہ نظام کے ایسے اسیر تھے کہ وہ اس سودی نظام کو ایک عمومی کاروبار خیال کرتے تھے اس لیے انہوں نے اس لین دین یا قرض کے معاملے کو ایک نیا نام دیا (ZIRP) - Zero Interest Rate Policy یہ وہی تصور تھا جسے میرے آقا سید الانبیاء ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے خطبہ حجۃ الوداع میں پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں جاہلیت کے زمانے کے تمام سود ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے چچا عباس ؓ ابن عبد المطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ جاپان نے اپنی اس ''صفر منافع پالیسی'' کا جواز یہ دیا کہ ہم یہ سب معاشی انصاف اور معاشرتی استحکام کے لیے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح جاپان کے 127 ملین عوام کو کاروبار کرنے میں سہولت میسر ہوگی اور وہ زیادہ محنت اور لگن کے ساتھ کاروبار کریں گے۔ یہ وہ عظیم فیصلہ تھا جس نے اس وقت جاپان کی معیشت کو اپنے پاؤں پر کھڑے رکھا جب پوری دنیا چین میں اپنا سرمایہ لگا رہی تھی اور دنیا ایک معاشی بحران کے کنارے پر پہنچنے کے قریب تھی۔

سود کے خاتمے یا صفر منافع پالیسی کے لیے یہ آواز کوئی نئی نہیں ہے۔ پوری دنیا میں معیشت دان اس سودی نظام کے شکنجے اور اس کے غلط اثرات سے نجات کے لیے ہر دور میں آواز اُٹھاتے رہے ہیں۔ یہ مسلمان نہیں تھے بلکہ یہ سیدھے سادھے معاشیات کے ماہر تھے۔ چالیس سال قبل یعنی 1971ء میں امریکی صدر رچرڈ نکسن نے اپنی تقریر میں ایک عظیم معیشت دان ملٹن فریڈ مین کا حوالہ دیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے آواز اُٹھائی کہ کسی بھی معاشرے میں استحکام، امن، برابری اور معاشی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ رقم پر لین دین کی شرح منافع صفر کر دی جائے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ رقم کاروباری سرگرمی میں لگے گی اور لوگوں میں کم سے کم منافع خوری کا رجحان پیدا ہوگا۔ یعنی آپ لوگوں کو رقم ادھار دے کر جس قدر زبردستی سود وصول کریں گے اتنا ہی وہ عام آدمی سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کر کے وصول کریں گے۔ یوں سود کا بوجھ کسی سرمایہ دار پر نہیں بلکہ عام آدمی پر پڑے گا اور اس کی زندگی مشکل سے مشکل تر ہوتی جائے گی۔ اسی ملٹن فریڈ مین کے اصول کا تذکرہ کرتے ہوئے نکسن نے کس سچائی سے اعتراف کیا اور اس کی پیش گوئی کس قدر سچ ثابت ہوئی۔ اس نے کہا: ''آج ہم کینزین (Keynesians) اصولوں پر اپنی بینکاری چلا رہے ہیں لیکن ملٹن فریڈ مین جو کہہ رہا ہے اگر وہ واقعی ٹھیک ہے اور ہماری معیشت ایسے ہی سودی چکر کی وجہ سے تباہ ہوتی رہی تو 2009ء میں ہم سب اسلامی بینکر ہوں گے۔ نکسن کے انگریزی کے الفاظ یوں تھے:

(By 2009, we may all be Islamic banderks)

یہ الفاظ کس قدر حقیقت پر مبنی تھے اس لیے یہ لوگ دیکھ رہے تھے کہ سود کا یہ نظام عام آدمی سے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کو منافع خوری کے شکنجے میں یوں جکڑ رہا ہے کہ ایک دن یہ سب کا سب دھڑام سے بیٹھ جائے گا۔ اور پھر یہی ہوا 2008ء میں صرف ایک کمپنی Lehman بیٹھی تو پھر سب یوں گرنے لگیں کہ معیشت پر کالے بادل چھا گئے۔ یہ کالے بادل صرف امریکہ تک محدود نہ رہے بلکہ دنیا کے ہر اس ترقی یافتہ ملک پر چڑھ دوڑے جو سودی نظام کے ''ثمرات'' میں جکڑا ہوا تھا۔

آج امریکہ کے فیڈرل فنڈ کی شرح سود ایک فیصد، برطانیہ کی دو فیصد، کینیڈا کی 2.25 فیصد اور پورے یورو زون میں 2.5 فیصد ہے۔ یہ رقم زیادہ سے زیادہ بنک

کے اخراجات چلانے کے لیے ہی لی جاتی ہے ورنہ اصل میں سود کا معاملہ مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے کیونکہ یہ سب معاشی ماہرین سمجھتے ہیں کہ اگر ایک دن کے لیے بھی سود کو جاری رکھا گیا تو یہ سب محلات، فیکٹریاں، شاہراہیں اور خوبصورت ذرائع آمدورفت معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

یہ تصور کوئی نیا نہیں ہے۔ اگر آپ کو اسلام کے پیش کردہ اصول سے چڑ ہے تو بھی سودی بینکاری کے مظالم پر تو معاشی مفکرین کی آوازیں دیر سے اُٹھتی رہی ہیں جو آپ کو تمام معاشی کتب میں مل جائیں گی۔ 1950ء میں Lloyed Metzler نے شکاگو یونیورسٹی میں سودی بینکاری کے متبادل کے طور پر ایک ماڈل تجویز کیا۔ اسی ماڈل کو بنیاد بنا کر 1985ء میں IMF نے اپنے پیپرز میں اسے ایک بہترین ماڈل قرار دیتے ہوئے کہا اس سے تمام معاشی اداروں میں استحکام آئے گا۔ 1985ء کے IMF پیپرز اسے اسلام کے اصولوں کے مطابق قرار دیتے ہیں۔

یہ سب اس لیے تحریر کر دیا کہ جب اس مملکت خداداد پاکستان کی سپریم کورٹ کا شریعت بینچ سود کے خلاف فیصلہ کر رہا تھا اس وقت بھی اور اس کے بعد بھی جب اسی بینچ نے نظر ثانی کی درخواست پر فیصلہ کرتے ہوئے اسے شریعت کورٹ واپس بھیج دیا تھا اور وجہ بتائی تھی کہ سود تو حرام ہے لیکن کوئی متبادل نظام تو بتاؤ، اس وقت بھی دنیا میں کم از کم جاپان کی حد تک ایک متبادل نظام موجود تھا۔ دنیا کے معیشت دانوں کی ایک کثیر تعداد متبادل نظام پیش کر چکی تھی، لیکن ہم نے اسلام کے معاملے میں ہمیشہ آدھی جنگ لڑی ہے۔ ہم نے نعرے لگائے، جلوس نکالے، اسلام کے نظام کے حق میں تقریریں کیں، کتابیں لکھیں، لیکن ان تمام اصولوں کے مطابق موجودہ نظام کو ڈھال کر متبادل کے طور پر پیش نہ کیا۔ یہی ہمارا المیہ ہے اور یہی ہماری خرابی۔ اگر ہم آج کے معاشی نظام، سماجی نظام، انتظامی معاملات اور قانونی کتابوں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق مرتب کر چکے ہوتے تو کسی جج کو یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی ہے کہ کہاں ہے وہ متبادل نظام؟

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد (مرد حضرات) کے لیے بنیادی دینی علوم سے آگاہی کا موقع
مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبۂ تدریس کے زیر اہتمام
6 فروری سے

فہم دین کورس

(موڈیول I اور II) کا آغاز ہو رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

نصاب (موڈیول I)
- عربی گرامر (تیسیر القرآن کے پہلے 20 اسباق)
- تجوید و ناظرہ
- مطالعہ حدیث (منتخب نصاب حدیث)
- ایمانیات

نصاب (موڈیول II)
- عربی گرامر (تیسیر القرآن کے آخری دس اسباق)
- ترجمہ قرآن مع عربی گرامر
- تجوید و حفظ
- توسیعی محاضرات (بنیادی اصطلاحات حدیث، قرآن فہمی کے اہم اصول اور مآخذ، دینی موضوعات پر لیکچرز)

دورانیہ: 4 ماہ **اوقات تدریس:** مغرب تا عشاء (سوموار تا جمعرات)

نوٹ: موڈیول II میں داخلے کے لیے موڈیول I کا پاس ہونا یا داخلہ ٹیسٹ پاس کرنا لازمی ہے۔

داخلہ کے خواہشمند حضرات قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور کے استقبالیہ سے داخلہ فارم حاصل کریں اور 6 فروری تک وہیں جمع کرا دیں۔

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-042-35869501، irts@tanzeem.org
نیشان دانش 0336-4205587 0333-4430391

ذرا غور فرمائیے!

ہم نے جدید تعلیم کے حصول کے لیے کتنا وقت لگایا۔

آیئے!
اپنے وقت کا بہترین استعمال کرتے ہوئے
اپنی زندگیوں کو **قرآن حکیم** کی روشنی سے منور کریں
انجمن خدام القرآن راولپنڈی/اسلام آباد کے زیر اہتمام پہلے ایک سالہ
قرآن فہمی کورس کی کامیابی سے تکمیل کے بعد

دوسرا
قرآن فہمی کورس

یہ کورس بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں، اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہشمند ہوں۔

مضامین
- بنیادی قواعد تجوید
- آسان عربی گرامر
- ترجمہ قرآن مع عربی قواعد
- قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- دورہ ترجمہ قرآن
- مطالعہ حدیث
- سیرت النبی ﷺ
- عقائد و عبادات
- اصول تفسیر
- دینی و تحریکی لٹریچر
- دینی موضوعات پر خصوصی لیکچرز

آغاز: یکم فروری 2012ء
اوقات کار: شام 5:30 تا 9:30 (پیر تا جمعہ)
دورانیہ: دس ماہ
بمقام: جامع مسجد گلزار قائد راولپنڈی
(خواتین کے لیے باپردہ اہتمام)

کورس کی معلومات اور پراسپیکٹس حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل نمبرز پر رابطہ کریں
051-4434438, 0333-5382262, 0334-5254933
Email: islamabad@tanzeem.org

ساتویں عالمی کتاب میلہ میں

تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن سندھ کا سٹال

مرتب: سلیم الدین

16 تا 20 دسمبر 2011ء کراچی میں ساتویں عالمی کتاب میلہ کا انعقاد ہوا، جس میں پاکستان کے علاوہ ہندوستان، عراق، ایران اور دیگر ممالک کے اشاعتی اداروں نے اپنی مطبوعات کے سٹال لگائے۔ اس کتاب میلہ میں تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی نے بھی اپنا اسٹال لگایا۔ میلہ میں کل 290 اسٹالز لگائے گئے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ سے زائد مرد و خواتین نے اس میلہ میں شرکت کی۔

قبل ازیں 15 دسمبر کو کتاب میلہ میں مختلف ذمہ داریاں انجام دینے کے لیے رفقاء کا ایک اجتماع منعقد کیا گیا، جس کی صدارت جناب سید اظہر ریاض (امیر تنظیم اسلامی کراچی حلقہ شمالی) نے کی۔ پروگرام کا آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا، جس کی ذمہ داری جناب عبدالرزاق کوڈاوی (ناظم مکتبہ و شعبہ سمع و بصر) نے ادا کی۔ بعد ازاں راقم نے رفقاء کو کتاب میلہ میں شرکت کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا اور واضح کیا کہ ہمارے پاس یہ نادر موقع ہے جس سے فائدہ اُٹھا کر ہم عوام الناس کی ایک بڑی تعداد تک قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ پر مبنی دین کا انقلابی فکر پہنچا سکتے ہیں۔ رفقاء کی بڑی تعداد نے میلہ میں اپنی شرکت اور مختلف ذمہ داریاں انجام دینے کے لیے نام لکھوائے۔ اجتماع کا اختتام جناب اظہر ریاض کی دعا پر ہوا۔

پروگرام کے مطابق تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن سندھ کی مطبوعات کا سٹال لگایا گیا۔ الحمدللہ! عوام کی کثیر تعداد ہمارے اسٹال پر آئی۔ لوگوں نے بڑی تعداد میں کتب و سی ڈیز حاصل کیں۔ تمام کتابوں کی قیمتوں پر 50 فیصد رعایت دی گئی تھی، جبکہ سی ڈیز 20 روپے اور ڈی وی ڈیز 40 روپے کی رعایتی قیمت میں دستیاب تھیں۔ ''بیان القرآن'' کے 14 ڈی وی ڈیز کے سیٹ کی رعایتی قیمت 600 روپے تھی۔ 500 روپے کی خریداری پر گفٹ بھی موجود تھا، جس میں ایک عدد قرآن میڈیا پلیئر کی ڈی وی ڈی اور ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' نامی کتابچہ شامل تھا۔ پلازما اسکرین پر بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی مختلف تقاریر کے پرموز مسلسل چلائے جاتے رہے، جو خصوصی طور پر ایکسپو بک فیئر کو مدّ نظر رکھ کر قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں تیار کئے گئے تھے۔ ان کی وجہ سے لوگوں کی بھرپور توجہ ہمارے اسٹال کی طرف رہی۔ رفقاء تنظیم نے بھی اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے ادا کی اور پانچوں دن انٹری گیٹ پر اور تمام ہالوں میں جا جا کر لوگوں سے ملنے اور انہیں اپنے اسٹال پر آنے کی دعوت دیتے رہے۔ اس کے لئے ایک عدد ہینڈ بل بھی تیار کیا گیا تھا، جس پر نمایاں طور پر ''پچاس فیصد رعایت تمام کتب پر'' تحریر تھا اور ڈاکٹر صاحبؒ کا نام بھی جلی انداز میں لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ عوام الناس کی بڑی تعداد ہمارے اسٹال کی طرف متوجہ ہوئی۔ پانچ روزہ کتاب میلہ کے دوران مجموعی طور پر چار لاکھ روپے کی کتب اور سی ڈیز فروخت ہوئیں۔

میلہ میں مختص ایکٹی ویٹی ایریا میں تنظیم کی طرف سے قرآن کوئز پروگرام اور تقریری مقابلے ہوئے۔ جناب شجاع الدین شیخ نے یہ پروگرام کنڈکٹ کیے۔ ان پروگراموں کے لیے حضرات، خواتین اور بچوں کے لئے آسان سوالات تیار کیے گئے تھے۔ ہر سوال کے صحیح جواب پر کوئی کتابچہ، تنظیم اسلامی کا سالانہ کیلنڈر، قرآن میڈیا پلیئر، چہرہ کا پردہ، دعاؤں کے کتابچوں کا سیٹ وغیرہ دیا جاتا۔ اس کے علاوہ بچوں کے درمیان سوالات کا مقابلہ اور تقریری مقابلہ بھی کروایا گیا۔ جناب شجاع الدین شیخ وقفہ وقفہ سے تنظیم اسلامی اور بانی تنظیم کے تعارف، انقلاب کے طریقۂ کار، انجمن خدّام القرآن کے اغراض و مقاصد، انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام ہونے والے مختلف کورسز وغیرہ پر مختصر گفتگو کرتے رہے، جس کے دوران سوالات کے جوابات بھی دیئے جاتے رہے۔ ملٹی میڈیا پر بانی محترمؒ کی مختلف تقاریر کے مختصر کلپس بھی دکھائے گئے اور ڈاکٹر صاحبؒ کی زندگی پر مبنی مختصر ڈاکومنٹری بھی ملٹی میڈیا پر پیش کی گئی، جو خصوصی طور پر اس پروگرام کے لیے تیار کی گئی تھی۔

یہاں ڈیوٹی پر مامور رفقاء نے اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی ادا کیں اور حاضرین سے بھرپور رابطہ کرتے ہوئے اُن سے رابطہ فارم پُر کروائے گئے (جو بعد میں مزید رابطہ کے لیے متعلقہ علاقہ کی تنظیم کو ارسال کر دیئے گئے)۔ ان پروگراموں کے دوران انجینئر نوید احمد کی مرتب کردہ کتابوں ''چہرے کا پردہ'' اور ''خواتین کی عظمت: قرآن و حدیث کی روشنی میں'' کا تعارف بھی کرایا گیا اور خواتین سے سوالات کے درست جوابات پر ان کو یہی کتابیں پیش کی گئیں۔

میلہ میں رفقاء نے بھرپور محنت کی، لیکن ان سب کے روحِ رواں عبدالرزاق کوڈاوی صاحب تھے۔ وہ صبح سے رات تک میلہ میں موجود رہتے اور بڑی تندہی سے نہ صرف باہر سے آنے والے شائقین کو بلکہ دیگر اسٹالز والوں کو بھی اپنی کتب اور سی ڈیز سے متعارف کراتے، دوسرے اسٹالز پر موجود منفرد کاوشوں کو نوٹ کرتے، تاکہ آئندہ ان کو اپنے ہاں بھی اختیار کیا جاسکے۔ ان کی کاوشوں سے شہر کراچی کی بعض اہم شخصیات نے بھی ہمارے اسٹال کا معائنہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور دیگر تمام رفقاء کی محنتوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! ہمارے اسٹال کو جن اہم شخصیات نے رونق بخشی ان میں ممتاز عالم دین مفتی تقی عثمانی صاحب، مفتی نجیب صاحب (دارالعلوم کورنگی)، مفتی احسن وقار صاحب (جامعۃ الرشید واستاذ جامع اسلامیہ کلفٹن)، محمد حسین محنتی صاحب (امیر جماعت اسلامی، کراچی)، ڈاکٹر معراج الہدیٰ صاحب (نائب امیر جماعت اسلامی سندھ) قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کو انجمن خدام القرآن کی جانب سے کتابوں کا گفٹ پیش کیا گیا جو خصوصی طور پر اس پروگرام کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی شاہ فیصل رملیر کراچی کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام

مقامی تنظیم شاہ فیصل رملیر کے زیر اہتمام 6 دسمبر 2011ء کو فہم دین پروگرام منعقد کیا گیا۔ یہ پروگرام صبح گیارہ بجے شروع ہوا اور اذانِ ظہر تک جاری رہا۔ پروگرام میں 26 رفقاء و احباب شریک ہوئے جن میں 3 غیر فعال رفقاء بھی شامل تھے۔ سب سے پہلے ڈاکٹر سید سعد اللہ نے دین اور مذہب کے مروجہ تصور کے فرق کو واضح کیا۔ انہوں نے نہایت سادہ اور سلیس انداز میں مدلل گفتگو کی۔ بعدازاں انہوں نے مذاکرے کے انداز میں حاضرین سے سوال و جواب کے ذریعے ان کی رائے جاننے اور ان کے شبہات کے ازالے کے لیے مؤثر کوشش کی۔ پروگرام کے دوسرے مدرس حافظ وقار صاحب تھے۔ حافظ صاحب نوجوان رفیق ہیں، مگر بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ انہوں نے دینی فرائض کا جامع تصور نہایت عمدگی سے سامعین کے سامنے رکھا۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے پر تمام شرکائے پروگرام اور مدرسین تحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ ان سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (آمین!)

(رپورٹ: محمد یوسف صدیقی)

امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا دورہ تونسہ رلیہ

امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی یکم جنوری 2012ء بروز اتوار بعد نماز فجر دعوتی دورے پر ملتان سے تونسہ شریف روانہ ہوئے۔ یکم جنوری تونسہ میں صبح ساڑھے دس بجے ان کا تعمیر نو اکیڈمی میں خطاب عام کا پروگرام طے تھا۔ اس پروگرام کی تشہیر کے لیے رفقاء تونسہ اور کوٹ ادو اور کارکنان جماعت اسلامی تونسہ شریف نے بھرپور محنت کی۔ پروگرام کے لیے ایک ہزار ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ چار اخبارات روزنامہ جنگ، نوائے وقت، خبریں اور ایکسپریس میں پروگرام کی خبر شائع ہوئی۔ جام عابد حسین ایک دن قبل تونسہ تشریف لے گئے اور مقامی افراد سے رابطہ کیا۔ نیز انہوں نے چار مساجد میں سورۃ المائدہ کی آیات کا درس بھی دیا۔ یہ دروس بعد نماز عصر جامع مسجد حنفیہ میں، بعد نماز مغرب جامع مسجد بلال میں، بعد نماز عشاء جامع مسجد مدنی اور بعد نماز فجر (اتوار) جامع مسجد الحمد میں ہوئے۔ بعدازاں لوگوں کو خطاب عام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ پروگرام کے انتظامی امور میں تنظیم اسلامی کے رفقاء اور کارکنان جماعت اسلامی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور خطاب عام میں تونسہ کے ارکان جماعت و ذمہ داران نے بھی بھرپور شرکت کی۔ مجموعی طور پر پروگرام میں 200 کے قریب افراد شریک ہوئے۔ الحمدللہ یہ پروگرام بھرپور کامیاب رہا۔ امیر حلقہ نے ''ہمارا موجودہ زوال اور اس کا سبب'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ نماز ظہر کے بعد امیر حلقہ لیہ روانہ ہوگئے، جہاں بعد نماز عصر نئے رفقاء کے ساتھ تعارف کی نشست رکھی گئی۔ بعد نماز مغرب امیر حلقہ نے صادق علی چودھری صاحب کی رہائش گاہ پر درس قرآن دیا۔ اس درس میں تقریباً 40 حضرات نے شرکت کی۔ بعد نماز عشاء ملتان واپسی ہوئی۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ فیصل آباد کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ فیصل آباد کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع 8 جنوری 2012ء صبح ساڑھے نو بجے قرآن اکیڈمی فیصل آباد میں منعقد کیا گیا، جس میں فیصل آباد ڈویژن، جھنگ، جڑانوالہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور سانگلہ ہل کے رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کی نقابت فیصل آباد شمالی سے ڈاکٹر عبدالرؤف نے کی۔ پروگرام کا آغاز قاری عابد کی تلاوت قرآن سے کیا گیا۔ اس کے بعد جناب عبداللہ اسماعیل نے فضیلت قرآن مجید کے حوالے سے درس حدیث دیا۔ انہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کے زوال کی اصل وجہ قرآن کو چھوڑ دینا ہے۔ انہوں نے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت پر زور دیا۔ اس کے بعد فیصل آباد غربی سے انجینئر فیضان حسن نے صاحبِ قرآن سے اہل قرآن کی محبت کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی سیرت کے چند پرسوز واقعات سنائے، جن سے آپ ﷺ کی اپنی امت سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر امتی کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی محبت کو ہر چیز پر ترجیح دے۔ حب رسولؐ کے تقاضوں کو واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ محبت صرف نعروں سے نہیں بلکہ عمل سے ظاہر ہوگی۔ اس کے لیے ہمیں نبی اکرم ﷺ کی مستقل سنتوں یعنی دعوت و اقامت دین کی جدوجہد کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد جڑانوالہ سے آئے ہوئے رفیق حافظ مختار احمد نے گفتگو کی۔ ان کا موضوع تھا ہم قرآن کیوں اور کیسے سمجھیں۔ انہوں نے قرآن مجید کے حقوق واضح کیے اور قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دیا۔ شیخ محمد سلیم نے حسب معمول کلام اقبال کے حوالے سے ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' کے چند اشعار اپنی پرسوز آواز میں سنائے۔ ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر اصغر صدیقی نے مذاکرہ کروایا، جس میں قرآن مجید کے تعلق سے مسلمانوں کی ذمہ داریوں اور اِن سے اعراض کے نقصانات پر گفتگو کی گئی۔ چائے کے وقفہ کے بعد کفیل احمد ہاشمی نے ''جہاد بالقرآن اور اس کے محاذ'' پر دلنشیں انداز میں گفتگو کی۔ انہوں نے پچھلے پروگرام میں کی گئی اپنی گفتگو کا اعادہ کیا اور قرآن مجید کی مدد سے باطل معاشرہ میں باطل نظریات اور بے حیا تہذیب کے خاتمہ کی جدوجہد پر رفقاء کو ابھارا۔ انہوں نے کہا کہ آج عوام کے دلوں میں معاشی حوالے سے سرمایہ داری اور سود، معاشرتی حوالے سے عریانی اور فحاشی اور سیاسی حوالے سے غیراللہ کی حاکمیت جیسے باطل نظریات راسخ کردیے گئے ہیں۔ ان نظریات کی کاٹ صرف قرآن ہی کی تلوار سے ممکن ہے۔ بعدازاں شیخ سلیم نے ''قرآن مجید اور انفاق فی سبیل اللہ'' پر ایک مختصر گفتگو کی۔ انہوں نے رفقاء کو بروقت انفاق جمع کروانے کی ترغیب دلائی اور اس ضمن میں اللہ کی بشارتیں بھی سنائیں۔ آخر میں امیر حلقہ جناب رشید عمر نے ''قرآن اور انذار آخرت'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور انذار کا یہ انداز ایسا ہے کہ پتھر سے پتھر دل بھی موم ہوسکتا ہے بشرطیکہ دل میں ایمان موجود ہو۔ انہوں نے کہا کہ عمل کی درستی کے لیے ضروری ہے کہ ہر لحہ آخرت پیش نظر ہو اور ہر نیکی صرف آخرت میں نجات اور اللہ کی خوشنودی کے جذبے کے تحت کی جائے۔ آخر میں امیر حلقہ نے تنظیمی مشاورت کی۔ نماز ظہر کے بعد قرآن اکیڈمی میں ہی شیخ سلیم نے رفقائے تنظیم اور احباب کے لیے اپنے فرزند ارجمند کے ولیمہ کا بھی پرتکلف انتظام کیا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ پروگرام میں شریک رفقاء اور احباب کا انفاق جان و مال قبول فرمائے اور اللہ کے دین کے لیے زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

دعائے صحت کی اپیل

- ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار جناب مشتاق حسین سڑک کے حادثے میں زخمی ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین بھی اُن کی صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے کارکن محمد اسلم ساجد کی والدہ رحلت فرما گئیں قارئین اور رفقاء سے اُن کے لیے دعائے مغفرت اور درجات کی بلندی کی اپیل ہے۔

"international community" and because of judicial resistance to it; and it cannot or does not want to function under the current political leadership. The PPP has been emboldened due to this limitation of the army and in any case, it has much to gain from a coup as it would claim political martyrdom and thereby ride on sympathy vote in an election which would inevitably have to be sooner than later.

No one seems to have the patience to let the current government run its course; one more year seems too long and there are reasons for it: Zardarism has really destroyed the country and its major operating systems (such as the railways, the PIA, the Steel Mill, the energy sector, etc.) have all been put to a course of self-destruction.

Every sane person can see that if Zardarism continues for one more year, the damage might become irreparable. But there seem to be no constitutional way out of the present impasse either. This is a major legal problem with Pakistan's constitution that it has no avenue for the replacement of a corrupt and inept government except through an extra-constitutional coup.

A national transitional government seem to be the only sane solution to the present impasse, but how can this be done remains unclear. If the political parties were to show a certain degree of maturity, they can mutually decide to establish such a government for a short period, followed by fair and transparent general elections, leading to a new political scenario. But to expect this from the present political leadership is to wish for the moon.

In the absence of such a mature approach to the impasse, one can only think of a military takeover with some degree of political and judicial participation. This might be the only solution now available. If this is carried out, one hopes that it is a peaceful transition to a short-term quick fix and that it is followed by a major overhaul of the institutions and fundamental changes to the laws governing the establishment and running of political parties in Pakistan, so that a new political culture can come into existence.

(Courtesy: daily "The News")

پریس ریلیز: 14 جنوری 2012ء

حافظ عاکف سعید

ہمارے میڈیا پر سیکولر اور مادر پدر آزاد عناصر کا قبضہ ہے

لاہور میں میوزک کنسرٹ کے دوران تین طالبات کی ہلاکت اور امریکی فوجیوں کے ہاتھوں طالبان کی لاشوں کی بے حرمتی کی خبر کے بائیکاٹ نے میڈیا کے اصل چہرہ کو بے نقاب کر دیا ہے

لاہور میں میوزک کنسرٹ کے دوران تین طالبات کی ہلاکت اور امریکی فوجیوں کے ہاتھوں طالبان کی لاشوں کی بے حرمتی کی خبر کے بائیکاٹ نے میڈیا کے اصل چہرہ کو بے نقاب کر دیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا جس پر سیکولر اور مادر پدر آزادی کے قائل عناصر قابض ہیں۔ طالبان یا مذہبی تناظیم کے حوالے سے خبریں بغیر تحقیق کیے کہ مستند ہیں یا نہیں بڑھا چڑھا کر بیان کرتا رہتا ہے اور جب کسی جانب سے ایسی خبروں کی تردید سامنے آئے تو صحافتی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے عوام کے سامنے نہیں لایا جاتا۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک کالج کی تین لڑکیاں میوزک کنسرٹ کے بعد کسی مرد گویتے سے آٹوگراف لینے کے شوق میں ہلاک ہوگئیں تھیں لیکن الیکٹرانک میڈیا نے اِس خبر کو صرف اِس لیے دبا دیا تاکہ مغربی کلچر، نوجوانوں کی بے راہروی اور تعلیمی اداروں کی خلاف شریعت سرگرمیوں کو عوامی تنقید سے بچایا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا الیکٹرانک میڈیا طالبان کی سرگرمیوں کے خلاف بے سروپا اور جھوٹا پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے اور تصویر کا ایسا رخ پیش کرتا رہتا ہے کہ وہ ظالم اور بے رحم سمجھیں جائیں لیکن اپنی امریکی آقاؤں کی درندگی پر اور اُن کی وحشیانہ اور غیر انسانی حرکات پر چپ سادھ لیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سچ اور حق کو کبھی چھپایا نہیں جاسکتا۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ یہ سیکولر میڈیا طالبان کے مظالم اور غیر انسانی حرکات کے بارے میں کتنی جھوٹی اور بددیانتی پر مبنی خبریں پھیلاتا رہا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے جوان بچیوں کے والدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ خدا کا خوف کریں اور اپنی اور اپنے بچوں کی عاقبت کو تباہ نہ کریں اور اُنہیں ایسی محافل میں جانے کی ہرگز اجازت نہ دیں۔

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

"اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام"

کا نیا انگریزی ترجمہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی دعوت رجوع الی القرآن اور غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کے ضمن میں آنجناب کی تالیف "اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام" کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔

اس کتابچے کا انگریزی ترجمہ

"Islamic Renaissance: The Real Task Ahead"

کافی عرصے سے شائع ہو رہا ہے۔

جناب ڈاکٹر احمد افضال نے اس کتابچے کا از سرِ نو ترجمہ کیا ہے اور تمام ذیلی عنوانات پر "Commentary" کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اصل کتابچہ، دونوں انگریزی ترجمے اور ڈاکٹر احمد افضال صاحب کی commentry ان کی ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو:

www.footprintsonsand.com/the_real_task

ڈاکٹر احمد افضال نے قارئین کو دعوت دی ہے کہ ان کے ترجمہ اور commentry کا مطالعہ کریں اور اس سلسلے میں انہیں اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔ اور وہ ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کو بھی ای میل کر دیئے جائیں۔

برائے رابطہ: footprintsonsand@yahoo.com
drabsarahmad@tanzeem.org

Dr Muzaffar Iqbal

ANATOMY OF AN IMPASSE

[As always, this column of Dr. Muzaffar Iqbal is incisive and thoughtful. The pace of events is however much faster and dramatic and some ideas expressed may look anachronistic --- *Editor*]

By the time this column is published, the impasse faced by the three major institutions in Pakistan may have been cracked opened, but the blind alley would not become a smooth three-way lane through such surgical operations. For a proper functioning of different loci of power, a major overhaul of the system is needed. Such an overhaul is nowhere in sight.

This time around, the battle lines are much deeper than ever before. In addition to the two regular players (the army and politicians), there is a third factor: the judiciary. And the situation has already reached a point where no one has the patience for any decorum; the dirty laundry is being washed in full view of the whole world.

Unlike the midnight coups of the past, which packed the political order in one big sweep, there is open display of discontent between the army and politicians and the entire equation has changed with the arrival of an active judiciary. Until now, the politicians and the army had been replacing one another in turns. Both sides have produced landslides into chaos and instability, both claimed power in the name of bringing the country out of a quagmire, but now the arrival of the judiciary has drastically changed the old battleground.

The anatomy of the current impasse is, therefore, different from the previous cases: there is little chance of a military coup, both because the Supreme Court will not rubber stamp it as it has always done, and also because there is no support for it in the centre of real power: Washington DC. This means that the politicians can play a bolder game.

At the heart of the issue is not the incidentals such as the so-called Memogate or the NRO cases; these are outcomes of a troubled relationship, not its causes. The anatomy of the current impasse can be traced back to the very beginning of Pakistan's history: when the politicians failed, army intervened; when the army failed, politicians came back to power and the cycle repeated itself four times. Each cycle was worse than the previous.

At another level, it can also be said that the fundamental problem in Pakistan is neither the politicians nor the military; it is the lack of a healthy political culture, which can guarantee continuous flow of new blood into national arteries. There is not a single political party in which politics has ever been more than a personality cult and politicians do not retire in Pakistan; they are taken to their graves.

This time around, however, there are new factors: the political power is in the hands of an incidental president. The constitution requires the president to be a neutral statesman; just this criterion makes Asif Ali Zardari eminently disqualified for the post. On top of this disqualification, he comes with "Zardarism" --- a convoluted way of operating which makes mockery of all moral principles. He is the so-called co-chairman of the PPP; a post he created for himself, and he runs the entire show through a prime minister who is merely a loyal *kammi*. This is so because parliament is his handmaiden. There are hardly a handful of members of parliament who are not beholden to him.

This time around, the army is also locked into an impasse: it cannot carry out a coup because such an action will not be acceptable by the so-called